



تعارف اردو

دسویں جماعت



سرکاری فیصلہ نمبر: ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر-نمبر ۲۳/۲۰۱۶) ایں ڈی-۲۵ مئی ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کردہ
رابطہ کارکمیٹی کی ۲۹ دسمبر ۲۰۱۶ء کو منعقدہ نشست میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

زبانِ دوم کے نئے نصاب کے مطابق

تعارفِ اردو

دسوچھ جماعت



مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُسٹک نرمٹی و ابھیاس کرم سنشوڈھن منڈل، پونہ-۲



7SFN77

اپنے اسماڑ فون میں انسٹال کردہ Diksha App کے توسط سے درسی کتاب
کے پہلے صفحے پر درج Q.R. code اسکین کرنے سے ڈیجیٹل درسی کتاب اور
ہر سبق میں درج Q.R. code کے ذریعے متعلقہ سبق کی درس و مدرسیں کے
لیے مفید سمعی و بصری وسائل دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن: 2018

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پتک نرمی وابھیاس کرم سنتو دھن منڈل، پونہ- ३१००३

نئے نصاب کے مطابق مجلسِ مطالعات و ادارت اور مجلسِ مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پتک نرمی وابھیاس کرم سنتو دھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پتک نرمی وابھیاس کرم سنتو دھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

Co-ordinator

Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout

Asif Nisar Sayyed
Yusra Graphics, Shop No. 5, Anamay,
305, Somwar Peth, Pune 11.

Cover

Shakeel Ejaz

Production

Sachchitanand Aphale
Chief Production Officer, Balbharati

Rajendra Chindarkar
Production Officer, Balbharati

Rajendra Pandoskar
Assistant Production Officer, Balbharati

Paper: 70 GSM Maplitho

Print Order

N/PB/2018-19/0.05

Printer

M/s.Uchitha Graphics Printers
Pvt.Ltd.,Navi Mumbai

Publisher

Shri Vivek Uttam Gosavi

Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025.

مجلسِ مطالعات و ادارت

- ڈاکٹر سید میحیٰ نشیط (صدر)
- سلمٰم شہزاد (رکن)
- سلام بن رزا ق (رکن)
- احمد اقبال (رکن)
- ڈاکٹر قمر شریف (رکن)
- مشتاق بونجک (رکن)
- ڈاکٹر محمد اسد اللہ (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر سید صدر
- خان انعام الرحمن شیر احمد
- خان حسین عاقب محمد شہباز خان
- ڈاکٹر ناصر الدین انصار
- عظمیٰ محمد لیثیں محمد عمر
- فاروق سید
- ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی
- وجہت عبدالستار
- مومن شیم اقبال
- شیخ محمد شرف الدین محمد یوسف
- سجاد حیدر
- عبد اللہ علوی

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام ممتاز و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:
النصاف، سماجی، معاشری اور سیاسی؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛
مساوات بے اعتبارِ حیثیت اور موقع،
اور ان سب میں
اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سامیکشیت کا تيقن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھپیں نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں،
 وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشتہ گپت

جن گن من - ادھ نایک جیئے ہے
بھارت - بھاگیہ و دھاتا۔

پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا،
در اوڑ، آنکل، بنگ،

وندھیہ، ہماچل، یمنا، گنگا،
اچھل جل دھرناگ،

تو شیخ نامے جاگے، تو شیخ آشس مانگے،
گاہے تو جیئے گا تھا،

جن گن منگل دایک جیئے ہے،
بھارت - بھاگیہ و دھاتا۔

جیئے ہے، جیئے ہے، جیئے ہے،
جیئے جیئے جیئے، جیئے ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بھینیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اس کے عظیم و گوناگوں ورثے پر
فخر محسوس کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ اس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزت کروں گا اور ہر ایک
سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا
ہوں۔ ان کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

عزیز طلبہ!

دسویں جماعت میں آپ کا استقبال ہے۔ اس جماعت میں آپ کی آموزش کے لیے تعارفِ اردو آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ پچھلی جماعت میں آپ تعارفِ اردو پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کئی مضامین اور نظمیں آپ نے پڑھی ہیں اور کئی مشہور و معروف مصنفوں کی تحریریوں اور شاعروں کے کلام کا مطالعہ بھی آپ نے کیا ہے۔ گزشتہ کتابوں میں شائع کئی کہانیوں سے آپ لطف انداز ہوئے اور آپ نے کئی سرگرمیاں مکمل کی ہیں۔ آپ اپنے اردو موجود تحریریں یعنی اخبارات و رسائل بھی پڑھتے ہوں گے۔ اب آپ دسویں جماعت میں آچکے ہیں جہاں آپ مزید معیاری مواد کی تعلیم حاصل کریں گے اور زبان کو سمجھنے کی آپ کی صلاحیت مزید فروغ پائے گی۔

اُردو صرف ایک مضمون کا نام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک تہذیب جڑی ہوئی ہے۔ آپ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیشہ مادری زبان اُردو کا استعمال کرتے ہیں۔ لہذا معیاری اُردو زبان کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔ ہمارا مقصد آپ میں یہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے کہ آپ اُردو زبان کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں۔ اس کتاب میں شامل سرگرمیاں اس انداز سے ترتیب دی گئی ہیں جس سے آپ زبان کو بہتر طور پر استعمال کر سکیں، اس کے ذریعے آپ میں نئے علوم و فنون حاصل کرنے کی لگن پیدا ہو اور آپ کی تفہیم، تخلیق، تخيّل اور غور و فکر کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ درسی کتاب میں موجود مشقی سرگرمیوں میں آپ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اس کتاب کی آموزش کے دوران آپ کو جو بھی مشکل یا پریشانی محسوس ہو بلا خوف اپنے استاد کے سامنے اس کا اظہار کریں۔ اس کتاب میں ایسی کئی سرگرمیاں شامل ہیں جن سے آپ بذاتِ خود علم حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ ان سرگرمیوں میں آپ جتنا حصہ لیں گے اتنا ہی زیادہ آپ کے علم میں اضافہ ہو گا۔

کتاب کے مواد کے بارے میں آپ کے تاثرات جان کر ہمیں بہت خوشی ہو گی۔ سال بھر آپ کی آموزش مسرت بخش رہے، یہی ہماری امید ہے۔

آپ کی عمدہ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات!



(ڈاکٹر سہیل مگر)

ڈاکٹر

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک زمٹی و
ابھیاس کرم سنشوڈھن منڈل، پونہ - २

پونہ۔

تاریخ: ۱۸ ابرil ۲۰۱۸ء، گلڈی پاڑوا
بھارتیہ سور: ۲۷ / پھالگن ۱۹۳۹

ہدایات برائے اساتذہ

دوسری جماعت کی تعارفِ اردو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب پچھلی درسی کتابوں سے قدرے مختلف ہے۔ بچوں کے لیے مفت اور لازمی حق تعلیم کے قانون ۲۰۰۹ء کے مطابق از سر نومرتب شدہ تعلیمی نصاب ۲۰۱۲ء کی روشنی میں، تشکیلِ علم کے نظریے اور سرگرمیوں کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

آپ سے توقع ہے کہ آپ تعلیمی سال کے آغاز پر ابتدائی جانچ کے ذریعے بچوں کی ذہنی سطح کا تعین کر لیں۔ اس مقصد کے لیے تمام بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں زبان کی مطلوبہ استعداد پیدا ہو جائے۔

ہمارا مانا ہے کہ تدریس کے دوران درج ذیل امور کا لاحاظ رکھا جائے تو سیکھنے اور سکھانے کا عمل مزید فائدہ بخش ہو گا۔

اس کتاب میں نشر اور نظم کے اسباق کی زبان کو نسبتاً آسان رکھا گیا ہے۔ اسباق میں جدت اور دلچسپی کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ سماجی، تہذیبی، علمی اور اخلاقی اقدار پر مبنی مضامین اور کہانیوں کے ساتھ اس درسی کتاب میں سائنس اور زبان پر مضامین نیز ڈراما اور خط بھی شامل کیے گئے ہیں مقصد یہ ہے کہ طلبہ زبان و ادب کی عصری صورتِ حال اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقیات سے آگاہ ہو سکیں۔ آپ ان مشمولات کو پڑھاتے وقت اپنے طلبہ کی دلچسپی اور ان کے ذوق و شوق کا خیال رکھتے ہوئے اضافی معلومات یا مثالیں دے سکتے ہیں۔ بعض اسباق میں درسی نکات کی وضاحت اضافی معلومات کے خارے یا چکون بنانا کر دی گئی ہے۔

☞ کتاب میں شامل اسباق کا انتخاب اس طرز پر کیا گیا ہے کہ آپ ہر سبق کے مoad پر طلبہ سے مختلف سرگرمیاں کرو سکتے ہیں۔ آپ کی توجہ پڑھانے سے زیادہ تسهیل کاری پر رہے تاکہ اپنے از خود زبان سیکھ سکیں۔ بہت سی سرگرمیاں انتہنیت سے جوڑ دی گئی ہیں تاکہ طلبہ کو آموخت کے دوران مواصلاتی ٹکنالوجی کے وسائل کے صحت مند استعمال کی عادت ہو سکے۔

☞ اس کتاب میں شامل اسباق میں جو مشقی سرگرمیاں دی ہوئی ہیں، آپ ان میں جدت اور تنوع پائیں گے۔ ان میں براہ راست سوال پوچھنے کا طریقہ ختم کر کے تو پڑھنے کی طرز کی سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں 'سوال بغیر سوالیہ نشان' (Question without question mark) کے نظریے کو اپنایا گیا ہے۔ مشقی سرگرمیوں کو مزید دلچسپ اور جاذب بنانے کے لیے رواں خارے، شجری خارے، شبکی (ویب) خارے اور معنے وغیرہ بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ مشقی سرگرمیاں طلبہ کی تشکیلِ علم کی صلاحیت میں قابلِ لاحاظ اضافہ کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ آپ اپنی فراست سے دیگر سرگرمیوں کا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

☞ بچے جن الفاظ کے معنی نہیں جانتے، توقع ہے کہ وہ اپنے اساتذہ، تسهیل کار یا لغت کی مدد سے معلوم کریں۔ آپ انھیں اپنے طور پر اس کام کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ سبق کے آخر میں معنی و اشارات کے تحت مشکل الفاظ کے معنی اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی دیے گئے ہیں تاکہ طلبہ بہ آسانی لفظ کے مفہوم تک پہنچ سکیں۔ آج کل موبائل پر اردو کی مختلف لغات آسانی سے دستیاب ہیں اور ان کا استعمال بھی نہایت آسان ہے۔ آپ طلبہ کو اس جانب بھی راغب کر سکتے ہیں۔

☞ اسباق پر مشتمل اور نصاب میں شامل زبان کے قواعد کو عملی قواعد، یعنی زبان کے روزمرہ استعمال کے پیش نظر آسان تر مثالوں اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قواعدی تفہیم کے اس باق سے مثالیں دی ہوئی ہیں۔ دوسری مثالیں ڈھونڈنے یا تیار کرنے کی ہدایات بھی یہاں شامل ہیں۔ آپ ان ہدایات کی روشنی میں قواعد اس طرح پڑھائیں کہ طلبہ از خود عملی قواعد میں دلچسپی لیں۔

اُمید ہے یہ درسی کتاب آپ کی توقعات پر پوری اُترے گی۔

متوقع صلاحیتیں - دسویں جماعت (اردو - زبان دوم)

نمبر شار	تدریسی اکائیاں	متوقع صلاحیتیں
۱	سننا	<ul style="list-style-type: none"> کہانی، نظم، تقریر وغیرہ کلاس میں، جلسہ گاہ میں، ریڈیوٹی وی نیز انٹرنیٹ اور یوٹیوب پر سنتا ہے۔ سنے ہوئے مواد کو سمجھنا۔ دی ہوئی ہدایات کو سن کر ان پر عمل کرنا۔ خبروں، گیتوں کے علاوہ دوسرے سمعی مواد کو سننے میں دلچسپی لینا۔ خبر، کہانی، تقریر کے فرق کو سمجھنا۔ سنے ہوئے مواد میں الفاظ کے صحیح تلفظ اور معنی کا خیال رکھنا۔ محاوروں کے معنی سمجھنا۔ سادہ اور پیچیدہ جملوں کی شناخت کرنا۔
۲	بولنا	<ul style="list-style-type: none"> جماعت کے ساتھیوں سے گفتگو کرنا۔ دیے ہوئے عنوان پر تقریر کرنا۔ ڈرامے کے مکالموں کی ادائیگی کرنا۔ سیر و تفریق کا حال بیان کرنا۔ صحیح تلفظ کے ساتھ زبان کا استعمال کرنا۔ دوسروں سے بات چیت کرنا اور انھیں آسان زبان میں ہدایت دینا۔ مختلف مباحثوں میں حصہ لینا، کہانی کہنا، واقعات سنانا۔ غم اور خوشی کے جذبات کے اظہار میں زبان اور لب و لبھ کا خیال رکھنا۔
۳	پڑھنا	<ul style="list-style-type: none"> کہانی، نظم، خبریں اور مکالموں کو بلند آواز اور خاموشی کے ساتھ پڑھنا۔ تحریر کو صحیح طور پر معنی کا خیال رکھتے ہوئے پڑھنا۔ فقروں اور جملوں کے معنوی رابط کو پڑھنے کے دوران سمجھنا۔ اطراف میں لگئے سائن بورڈ کو معنی کی تفہیم کے ساتھ پڑھنا۔ ذخیرہ الفاظ اور پڑھنے کی رفتار میں اضافہ کرنا۔ انٹرنیٹ پر دستیاب مواد مثلاً اخبارات، ای - بکس وغیرہ پڑھنا۔
۴	لکھنا	<ul style="list-style-type: none"> دی ہوئی مشقی سرگرمیوں کے جوابات اخذ کرنا۔ سنے ہوئے جملوں کو صحیح ترتیب سے لکھنا۔ مختلف قسم کے خطوط جیسے مبارکبادی، تہذیبی، تقریب کے دعوت نامے وغیرہ لکھنا۔ معنے حل کرنا۔ ذاتی خیالات کو تحریری صورت میں پیش کرنا۔ مختلف عنوانات پر پندرہ تا بیس سطروں میں مضامین لکھنا۔ نظموں کے خلاصے تحریر کرنا۔ انٹرنیٹ پر اردو بلگ لکھنا۔
۵	صلاحیت مطالعے کی	<ul style="list-style-type: none"> درسی اور غیر درسی تحریریوں، اقوال، نعروں کا سمجھ کر مطالعہ کرنا۔ مضامین کے سیاق و سبقات کو سمجھنا۔ درسی اور حوالہ جاتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ لغت کی مدد سے نئے الفاظ تلاش کرنا اور انھیں جملوں میں استعمال کرنا۔ انٹرنیٹ پر دستیاب اردو انسائیکلو پیڈیا اور دیگر حوالہ جاتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
۶	قواعد	<ul style="list-style-type: none"> اجزائے کلام، صفت، صفت کی فرمیں، کہاوت کو معنی کے ساتھ سمجھنا۔ استفہامیہ جملہ، امریہ جملہ، فجایہ جملہ کے معنی اور ان کے استعمال کو سمجھنا۔ استعارہ، تضاد، مبالغہ، تلہجہ کو سمجھنا۔

فہرست

حصہ نظر

نمبر شمار		صنف/ موضوع	صنف/ شاعر	صفہ نمبر
۱	حضرت ابو ہریرہؓ	سوخ/ سیرت	ادارہ	۱
۲	مطالعہ کا شوق	ادبی مضمون/ ترغیب مطالعہ	محمد عبد القادر فاروقی	۵
۳	میں کون ہوں؟	سانسکریت مضمون/ معلومات	شاہد رشید	۹
۴	بسمیٰ سے احمد نگرتک	سفرنامہ/ تاریخی حالات	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۳
۵	مجاہد آزادی عبدالحمید انصاری	سوخ/ شخصیت	ادارہ	۱۸
۶	سورج	مزاجیہ مضمون/ طفرہ مزاج	ابن انشا	۲۲
۷	تلطف اور املا	ادبی مضمون/ ترسیل و ابلاغ	رشید حسن خان	۲۶
۸	نادان دوست	کہانی/ جانداروں سے ہمدردی	مشی پریم چند	۲۹
۹	گرم شال	کہانی/ سماجی شعور	صالح عابد حسین	۳۲
۱۰	ہمارے مہرباں	انسانیہ/ اخلاقیات	سجاد حیدر یلدزم	۳۹
۱۱	ایک خط	مکتبہ نگاری/ انسان	پنڈت جواہر لال نہرو	۴۲

حصہ نظم

۱	حمد	اللہ کی تعریف	داغ دہلوی	۳۶
۲	لندن کی ہوا	مشرقی روایت پسندی	اکبرالہ آبادی	۳۸
۳	زمین وطن	حب وطن	آندر زرائکن ملا	۵۰
۴	ہماری زبان	زبان سے محبت	برج موهن دتا تریہ کیفی	۵۳
۵	بلبل کا ذوق آزادی	آزادی کی اہمیت	مولوی غلام بھیک نیرنگ	۵۶
۶	اب کرم	ماحولیات	محمد حسین آزاد	۵۸
۷	دھرتی کاروپ	انسانی ہمدردی	قاضی سلیم	۶۰
۸	غزلیات	جلیل مانگ پوری، آزاد انصاری، شفقت جو پوری، ظفر کلیم	رفع سودا، اسماعیل میرٹھی، جگت موهن لال روائی، سلام سنڈیلوی	۶۹ تا ۷۲
۹	رباعیات			۷۲ تا ۷۰

اضافی مطالعہ

۷۳	ہوائی محل	ڈراما/ تفریح	شوکت ٹھانوی	
----	-----------	--------------	-------------	--



۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ادارہ

پہلی بات : اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اپنے زمانے کے بہترین لوگ تھے۔ ان کے دل اللہ اور رسول کی محبت، دین کا علم سیکھنے کی تڑپ اور پرہیز گاری کے جذبات سے بھرے ہوئے تھے۔ پیارے نبی کے تربیت یافتہ ان اصحاب سے امت قیامت تک دین کی روشنی حاصل کرتی رہے گی۔ ذیل کے سبق میں رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جام نثار ساتھیوں کو صحابہؓ کہا جاتا ہے۔ ان وفادار ساتھیوں میں ایک اہم صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابو ہریرہ آپؐ کے ان کے ساتھیوں میں شامل ہیں جو اصحاب صفة کے ساتھ رہتے تھے۔ دراصل عربی میں چبورتے کو صفة کہا جاتا ہے۔ مسجدِ نبوی سے لگا ہوا ایک چبورا تھا جس پر کچھ غریب صحابہؓ مسلسل قیام کرتے تھے۔ اسی نسبت سے یہ تمام حضرات اصحاب صفة یا اہل صفة کہلاتے ہیں۔

پہلے حضرت ابو ہریرہ کا نام 'عبد شمش' تھا۔ اس نام کے معنی اچھے نہیں ہیں یعنی سورج کا بندہ۔ اسلام لانے کے بعد حضور اکرمؐ نے ان کا نام 'عبد الرحمن' رکھ دیا۔ ان کے پاس ایک بُلی تھی جسے وہ کھلاتے پلاتے، صاف سترار کھتے اور اس سے کھلتتے تھے۔ بُلی بھی ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی۔ بُلی سے اس قدر محبت کی وجہ سے رسول اللہؐ انھیں 'ابو ہریرہ' کہا کرتے۔ وہ اپنے اسی نام سے اب تک مشہور ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؐ کی قوم اور خاندان کا علاقہ دوس تھا۔ وہ حضرت طفیل بن عمرو دوستؐ کے ہاتھوں پر ایمان لائے۔ پھر ۶ ہجری میں اپنے قبیلے بنی دوس کے ایک وفد کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ کی پاکیزہ سیرت نے حضرت ابو ہریرہؐ کو آپؐ کا گرویدہ بنادیا۔ وہ رات دن رسول اللہؐ کی صحبت میں رہ کر ایمان اور اخلاق کے موتی چلتے۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ میں تاخیر سے ایمان لایا ہوں اس لیے انھوں نے اپنا معمول بنا لیا تھا کہ ہمہ وقت حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپؐ کی مجلسوں میں شرکت کرتے۔

مدینے میں حضرت ابو ہریرہؐ کی والدہ ان کے ساتھ تھیں۔ وہ ابھی ایمان نہیں لائی تھیں۔ مسافرت میں بھی وہ اپنی والدہ کا پورا خیال رکھتے۔ انھیں اپنی والدہ کے ایمان کی بڑی فکر تھی۔ اکثر اسی فکر میں روتے رہتے۔ ایک دن انھوں نے رسول اللہؐ سے اپنی والدہ کے ایمان کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے اللہ سے دعا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؐ جب گھر پہنچنے تو ان کی والدہ کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ ابو ہریرہؐ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ دوڑتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشی خوشی یہ خبر سنائی۔

اسلام کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے بہت سختیاں برداشت کیں؛ اپنے وطن کو چھوڑا، مسافرت کی زندگی بسر کی، تنگ دستی کا مقابلہ کیا۔ اللہ کے رسولؐ کی محبت میں بھوک برداشت کی۔ انھیں بس یہی خیال رہتا کہ حضورؐ کی خدمت بجالاؤں اور آپؐ کی صحبت میں دین کا علم حاصل کرتا رہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بچپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ ان کی یادداشت غیر معمولی تھی۔ حضورؐ کے ساتھ ایک طویل مدت تک رہنے کی وجہ سے انھیں سیکڑوں احادیث یاد ہوئی تھیں۔ دیگر صحابہؐ کو ان کے اس وصف کا حضورؐ کی زندگی ہی میں احساس ہو گیا تھا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد جب لوگوں کو دین کی معلومات اور احادیث کی ضرورت محسوس ہوئی تو دینی مسائل کے حل کی تلاش میں دور دور سے لوگ مدینہ آنے لگے۔ اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ کی حضورؐ سے قربت کے پیش نظر لوگ انھی سے رجوع کرتے۔ وہ بھی خود آگے بڑھ کے احادیث لوگوں کے سامنے بیان کرتے۔ اپنی زندگی کے آخری سال تک ان کا یہی معمول رہا۔ اس وقت اسلامی دنیا میں ان کی حیثیت ایک چلتے پھرتے مدرسے کی سی ہوئی تھی۔ اپنے مثالی حافظے کی مدد سے انھوں نے دین کا علم ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کی۔ احادیث کے بیان کے سلسلے میں ان کی خدمات نہایت وسیع ہیں۔

ایک مرتبہ اُموی خلیفہ مرwan بن حکم نے حضرت ابو ہریرہؓ کا امتحان لینا چاہا۔ اس نے انھیں اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا اور مطالبہ کیا کہ رسولؐ کرمؐ کی کوئی حدیث سنائیں۔ اس سے پہلے اس نے اپنے ایک کتاب کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا اور کتاب کو کہہ دیا تھا کہ ابو ہریرہؓ جو کچھ بولیں، اسے لکھ لیا جائے۔ ایک سال بعد مروان نے پھر انھیں بلوایا اور وہی حدیث سنانے کی فرماش کی۔ انھوں نے ایک لفظ بھی کم زیادہ کیے بغیر حدیث اسے سنادی۔

حضرت ابو ہریرہؓ بڑے نرم مزاج تھے۔ ان کی جوانی کے ایام حضورؐ کی تربیت میں رہ کر گزرے تھے۔ اس تربیت کا نقش ان کی زندگی پر ہمیشہ قائم رہا۔ ان کے دل میں رسول اللہؐ کی بے پناہ محبت تھی۔ اگر تھوڑی دری کے لیے حضورؐ انھیں نظر نہ آتے تو وہ بے چین ہو جاتے۔ انھوں نے مسلسل پچاس برس تک رسولؐ کی احادیث بیان کر کے دین کی بے مثال خدمت انجام دی۔ سنہ ۵۹ھجری میں ۸۷ء / برس کی عمر میں حضرت ابو ہریرہؓ نے وفات پائی اور مدینے کے مشہور قبرستان بقعہ میں دفن کیے گئے۔

معانی و اشارات

Sayings of the Prophet (ﷺ)	حدیث	رسول اللہؐ کا قول	جلیل القدر - عزت والا
Memory	یادداشت	یاد رکھنے کی صلاحیت	اصحاب صفة -
Attribute	صف	خوبی	
اموی خلیفہ	اموی خلیفہ	حضرت معاویہؓ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے	صحابہ - صحابی کی جمع
Caliphs from the descent of Banu Umayyah	خلیفہ		ہریرہ - چھوٹی بلی

ہجرت - ایک جگہ سے جا کر دوسری جگہ رہنا

Migration (Hijrah)

Scribe

کاتب - لکھنے والا

مشقی سرگرمیاں

سبق کے بغور مطالعے کے بعد سبق سے متعلق ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- 1. حدیث بیان کرنے والا
- 2. کتابت کرنے والا
- 3. تحریر کرنے والا
- 4. حضور کے ساتھی ابو ہریرہؓ اقب کی وجہ تحریر کیجیے۔
- 5. خلیفہ مروان بن حکم کے ذریعے ابو ہریرہؓ کے امتحان کا طریقہ بیان کیجیے۔
- 6. حضرت ابو ہریرہؓ کو جس بات کا شدت سے احساس تھا اسے تحریر کیجیے۔
- 7. احادیث نبوی سنانے کے پیچے حضرت ابو ہریرہؓ کے مقصد کو واضح کیجیے۔

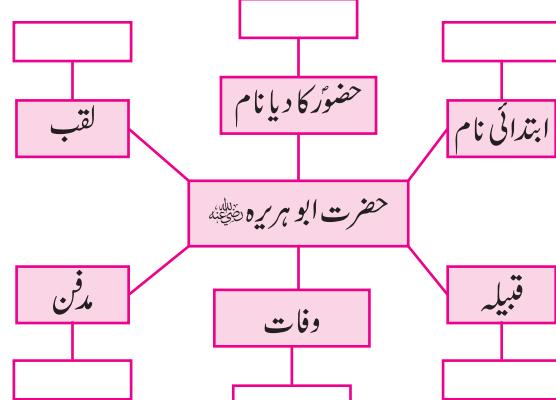
تحریری سرگرمی

- ‘میری پسندیدہ شخصیت، عنوان پر ذیل کے نکات کی مدد سے مضمون تحریر کیجیے۔
- کون (نام، تعلق)، کیوں (خوبی، انفرادیت)، کیا (موازنہ، آپ کی پسند/شوق)، کیسے (عمل)



سبق کے بغور مطالعے کے بعد سبق سے متعلق ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے متعلق شکمی خاکہ مکمل کیجیے۔



- مناسب نام / لفظ لکھ کر سرگرمی مکمل کیجیے۔
- مسجد نبوی کے چبوترے پر قیام کرنے والے صحابہؓ
- علاقہ اور قبیلہ دوں کے ایک صحابیؓ
- اسلامی دنیا کا چلتا پھرتا مدرسہ
- مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان
- درج ذیل مستطیل سے مذکور - مؤنث، واحد - جمع، ضد الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔

صحابی	محبت	اقوام	حیات	دوری
ایام	والدہ	مساجد	نفترت	مسجد
رات	حدیث	صحابیہ	وفات	قوم
احادیث	والد	بیوم	قربت	دن

جمع	واحد

ضد	لفظ

مؤنث	مذکر

- تیزی سے، جلدی سے
یہ الفاظ متعلق فعل (adverb) ہیں۔
- سے، کا، کو، میں، کی، کے، پر
یہ الفاظ حروفِ جار (preposition) ہیں۔
- کہ، تو
یہ الفاظ حروفِ عطف (conjunction) ہیں۔ (ان کے علاوہ کچھ الفاظ عطف ہوتے ہیں)
- ارے واہ!
یہ الفاظ فجائیہ (exclamation) ہیں۔ (ان کے علاوہ بھی بہت سے فجائیہ الفاظ ہوتے ہیں)
- اس عبارت میں آنے والا ہر لفظ جملے میں اپنی خاص جگہ پر اور خاص معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس مناسبت سے ہر لفظ کا ایک خاص نام ہو گیا ہے۔ ذیل کے خاکے میں ان ناموں سے تعارف حاصل کیجیے۔
 - ۱۔ اسم (noun)
 - ۲۔ ضمیر (pronoun)
 - ۳۔ صفت (adjective)
 - ۴۔ فعل (verb)
 - ۵۔ متعلق فعل (adverb)
 - ۶۔ جار (preposition)
 - ۷۔ عطف (conjunction)
 - ۸۔ ندائیہ / فجائیہ (exclamation)

اگلے اس باق میں انہی اجزاء کلام کی مختلف قسموں اور خواص کی آپ کو معلومات دی جائے گی۔

اجزائے کلام (Parts of Speech)

زبان الفاظ کا مجموعہ ہے۔ ہم اپنے خیالات کے اظہار کے لیے زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ زبان میں استعمال کیے جانے والے چھوٹے بڑے تمام الفاظ اجزاء کلام (Parts of Speech) کہلاتے ہیں۔

ذیل کی عبارت کو پڑھ کر اس کے ہر لفظ پر غور کیجیے۔

عارف اشیش سے باہر نکلا ہی تھا کہ اسے راشد نظر آ گیا۔ وہ عارف کا پرانا ڈرائیور ہے۔ عارف کو دیکھتے ہی راشد کار لے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے اُتر کر عارف کا سامان خالی ڈیکی میں رکھ دیا۔ کار اشیش سے شہر کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کی رفتار تیز تھی۔ عارف جب اپنے گھر پہنچا تو گھر والے اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کی امی نے اسے گلے لگا کر کہا، ”ارے واہ عارف! تم تو اپنے وعدے کے مطابق وقت پر پہنچ گئے۔“

- عارف، اشیش، راشد، ڈرائیور، کار، ڈیکی، شہر، رفتار، گھر، امی وغیرہ
یہ سارے الفاظ اسم (noun) ہیں۔
- اسے، وہ، اس، تم
یہ الفاظ ضمیر (pronoun) ہیں۔
- پرانا، خالی
یہ الفاظ صفت (adjective) ہیں۔
- نکلا، نظر آ گیا، دیکھتے، بڑھا، رکھ دیا، بڑھنے لگی، پہنچا، خوش ہوئے، پہنچ گئے
یہ الفاظ فعل (verb) ہیں۔



محمد عبدالقادر فاروقی

۲۔ مطالعہ کا شوق

پہلی بات : آپ پرندوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پرندوں کے ماہر سائنس داں سالم علی کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ سالم علی کو بھیپن ہی سے پرندوں سے دلچسپی تھی۔ انہوں نے دور دراز کے مقامات پر جا کر مختلف پرندوں کا مشاہدہ کیا۔ ان کے بارے میں معلومات جمع کی اور اسے ان پرندوں کی تصاویر کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کیا۔ کسی چیز کا شوق ہو جائے تو اس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینا آسان ہو جاتا ہے۔ مختلف لوگوں کی زندگیوں میں طرح طرح کے شوق پائے جاتے ہیں مثلاً سیر و تفریح، ہمیل کو، ٹکٹیشیں جمع کرنا، لکھنا پکانا وغیرہ۔ امریکہ کے صدر ابراہام لنکن دنیا کی اہم شخصیات میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں ان کے شوق مطالعہ کو دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

امریکہ کے صدر ابراہام لنکن نہایت ہی غریب گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ انہیں لڑکپن ہی سے مطالعہ کا شوق تھا مگر تنگ دستی اور غربتی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے ذاتی خرچ سے کتابیں خرید کر پڑھیں۔ اس زمانے میں اخبارات و رسائل کی افراط بھی نہ تھی اور دارالمطالعہ تھے نہ کتب خانے۔ لنکن کے پاس بس چند پرانی کتابیں تھیں جنھیں وہ ہمیشہ پڑھتے رہتے تھے۔ ایک دن انہیں پتا چلا کہ پڑوس کے گاؤں میں کرافرڈ نامی شخص کے پاس 'مشاهیر واشنگٹن' نام کی کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کا لنکن کے دل میں شوق پیدا ہوا۔ وہ کتاب حاصل کرنے کے لیے پیدل ہی کرافرڈ کے گاؤں کی طرف نکل پڑے۔ یہ گاؤں لنکن کے گاؤں سے پانچ میل دور تھا۔ کرافرڈ کے گھر پہنچ کر انہوں نے نہایت اشتیاق سے پوچھا، "کیا آپ اپنی کتاب 'مشاهیر واشنگٹن' مجھے مطالعہ کے لیے دے سکتے ہیں؟" کرافرڈ نے لنکن کے لب ولجھ اور حرکات و سکنات سے ان کے علمی ذوق کا پتا لگا لیا تھا۔ جب اس کو اطمینان ہو گیا کہ واقعی لنکن اپنی علمی تشقی کو بجھانا چاہتے ہیں تو کرافرڈ نے کتاب انہیں سونپتے ہوئے کہا، "ویکھو! یہ کتاب بہت قیمتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے اختیاطی سے اسے خراب کر دو۔" لنکن نے جواب دیا، "آپ اطمینان رکھیں۔ میں جوں کی توں اسے آپ کو واپس کر دوں گا۔"

کتاب لے کر لنکن خوشی خوشی اپنے گاؤں لوئے۔ انہیں اس کتاب کے مطالعے کے لیے اتنی بے چینی تھی کہ وہ راستہ چلتے چلتے ہی اس کا مطالعہ کرنے لگے۔ جب شام ہونے لگی اور کتاب کے حروف دھنڈلانے لگے تو انہوں نے کتاب بند کر دی اور دوڑتے ہوئے گھر کی جانب بڑھتے تاکہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر کتاب پڑھ سکیں۔ گھر پہنچتے ہی لنکن چراغ کی روشنی میں 'مشاهیر واشنگٹن' کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔

دن بھر کے سفر کی تکان سے انہیں نیند آنے لگی۔ انہوں نے کتاب تپائی پر رکھ دی اور سو گئے۔ رات جب لنکن گھری نیند سو رہے تھے تو اچانک زوردار بارش ہونے لگی اور ان کے مکان کا چھپر ٹکنے لگا۔

لئکن ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے۔ انھیں کتاب کا خیال آیا۔ بارش کی وجہ سے کتاب بھیگ کر حد درجہ خراب ہو گئی تھی۔ اس کے اوراق ایک دوسرے سے چپک گئے تھے۔ کتاب کی یہ حالت دیکھ کر لئکن دھک سے رہ گئے کیونکہ انہوں نے کرافرڈ سے کتاب جوں کی توں لوٹانے کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کتاب کو آگ کی گرمی سے سکھانا چاہا مگر اس سے کتاب کے اوراق سخت اور ٹیڑھے میڑھے ہو گئے۔

لئکن کو کتاب کے خراب ہو جانے کا بے حد رنج تھا۔ ساتھ ہی اپنا وعدہ پورا نہ کرنے کا احساس بھی انھیں ستارہ تھا۔ انہوں نے ہمت سے کام لیا اور دوسرے دن کتاب لے کر کرافرڈ کے گھر پہنچے۔ کتاب کی خراب حالت دیکھ کر کتاب کے مالک نے نہایت درشت لبھ میں لئکن سے کہا، ”تم نے تو کتاب کی حالت ہی بدلتی۔ تم نے اپنی بات کا پاس بھی نہیں رکھا۔“ یہ سن کر لئکن مارے شرم کے پانی پانی ہو گئے۔ انہوں نے نہایت سنجیدگی سے کہا، ”مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں آپ کی کتاب جوں کی توں واپس نہ کر سکا لیکن میں بے قصور ہوں۔ اس اچانک بارش کے سبب آپ کی کتاب محفوظ نہ رہ سکی۔ میں اس کے بدله اس کا معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہوں لیکن معاوضے کے لیے میرے پاس ایک پیسا بھی نہیں ہے۔ آپ مجھ سے جو چاہیں خدمت لے سکتے ہیں۔“ لئکن کے اس جواب سے کرافرڈ حیران رہ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ لڑکا واقعی بے قصور ہے مگر لئکن کو آزمائے کے لیے وہ بولا، ”تمھیں اس کتاب کا معاوضہ ادا کرنے کے لیے تین دن میرے یہاں کام کرنا ہوگا۔“ لئکن نے یہ شرط منظور کر لی اور تین دن تک کرافرڈ کے یہاں کام کرتے رہے۔ تین دن گزر جانے کے بعد انہوں نے جب گھر جانے کی اجازت چاہی تو کرافرڈ ان کی خودداری، استقلال اور پکے ارادے کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ اس نے نہایت مشقانہ لبھ میں یہ کہتے ہوئے کتاب لئکن کے حوالے کی کہ بے شک میری کتاب بہت قیمتی ہے مگر تمھارا معاوضہ کتاب سے ہزار گناہ زیادہ ہے۔ یہ کتاب میں تمھیں انعام دیتا ہوں۔

کتاب اس طرح مل جانے پر لئکن کو انتہائی مسرت ہوئی۔ اب ان کا معمول بن گیا کہ وہ اکثر ویشنٹر 'مشائیر واشنگٹن' کا مطالعہ کرتے۔ جب تک وہ امریکہ کے صدر رہے، اپنی تقریروں میں ضرور کہا کرتے تھے کہ یہ اعزاز مجھے محض 'مشائیر واشنگٹن' کے مطالعے کی بدولت ملا ہے۔

معانی و اشارات

Carelessness	بے احتیاطی	-	Descendant, pampered child	چشم و چراغ
Stool	تپائی	-	Magazines	رسائل
To be taken aback	دھک سے رہ جانا	-	Library, reading hall	دار المطالعہ
Harsh tone	درشت لبھ	-	Library	کتب خانہ
Keep ones word	بات کا پاس رکھنا	-	Zeal	اشتیاق
To be ashamed	پانی پانی ہو جانا	-	علم کا شوق	علمی ذوق

Abundance	- کثرت	افراط	To be fond of	- کسی چیز کو چاہنا
Privilege	- عزت	اعزاز	Routine	- روزانہ کا کام

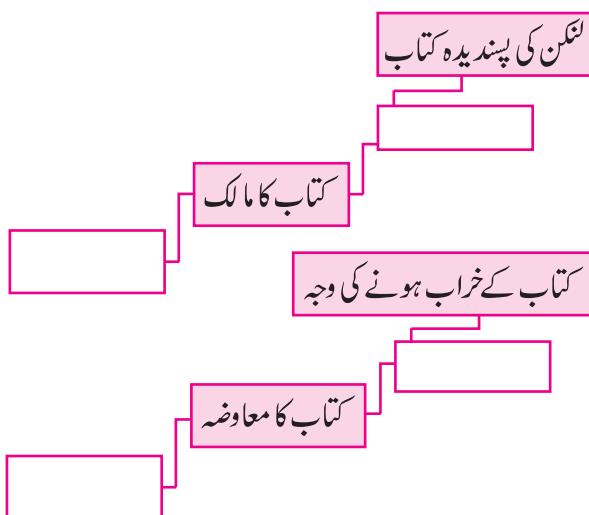
مشقی سرگرمیاں

- ♦ سبق کا مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق کمل کر کے لکھیے۔
- ♦ ذیل کے جملوں سے صفت تلاش کر کے لکھیے۔
- ۱۔ لئکن نہایت ہی غریب گھرانے کے تھے۔
- ۲۔ ان کے مکان میں بس چند پرانی کتابیں تھیں جنہیں لئکن

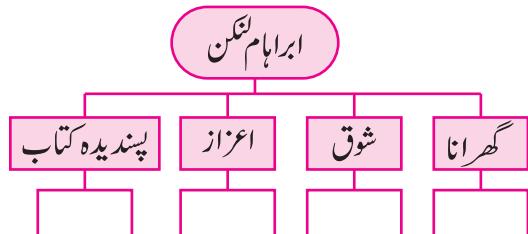
ہمیشہ پڑھتے رہتے تھے۔

- ۳۔ وہ گاؤں لئکن کے گاؤں سے پانچ میل دور تھا۔
- ۴۔ تین دن میرے یہاں کام کرنا ہوگا۔
- ۵۔ چند پرانی کتابیں تھیں۔

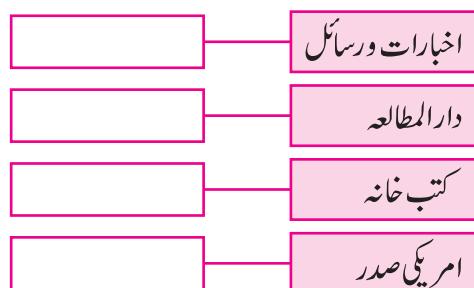
- ♦ سبق سے جمع کے پانچ الفاظ تلاش کر کے ان کے واحد لکھیے۔
- ♦ ابراہام لئکن کی پسندیدہ کتاب سے متعلق روای خاکہ کمل کیجیے۔



- ♦ صحیح یا غلط جملے پہچانیے اور غلط جملہ درست کر کے لکھیے۔
- ۱۔ ان کے دار المطالعے میں بس چند پرانی کتابیں تھیں جنہیں لئکن ہمیشہ پڑھتے رہتے تھے۔
- ۲۔ کرافڑ نامی شخص مشاہیر واشنگٹن کے مصنف تھے۔
- ۳۔ لئکن چاغ کی روشنی میں مطالعے میں مصروف ہو گئے۔
- ۴۔ آگ کی گرمی سے کتاب حد رجہ خراب ہو گئی۔
- ۵۔ کتاب کا معاوضہ ادا کرنے پر کرافڑ ان کا گرویدہ ہو گیا تھا۔



- ♦ سبق کی مدد سے جملوں کو ترتیب دار لکھیے۔
- ۱۔ وہ اکثر و پیشتر مشاہیر واشنگٹن کا مطالعہ کرتے۔
- ۲۔ اس کتاب کو پڑھنے کا لئکن کے دل میں شوق پیدا ہوا۔
- ۳۔ لئکن کو کتاب کے خراب ہو جانے کا بے حد رنج تھا۔
- ۴۔ گھر پہنچتے ہی لئکن چاغ کی روشنی میں مشاہیر واشنگٹن کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔
- ۵۔ جب شام ہونے لگی اور کتاب کے حروف دھنڈالے لگے تو انہوں نے کتاب بند کر دی۔
- ♦ درج ذیل کے لیے انگریزی لفظ لکھیے۔



- ♦ سبق سے 'واعطف' (واد سے ملا کر لکھے ہوئے الفاظ) کی مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔ مثال: سیر و تفتح
- ♦ درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- ♦ دھک سے رہ جانا، وعدہ و فا کرنا، پانی پانی ہونا، بات کا پاس رکھنا، گرویدہ ہونا

- ♦ اپنے گھر / اسکول لاہوری میں جمع پرانی کتابوں میں سے چار کتابوں کے نام قلم بند کیجیے۔
- ♦ شروع اور آخر میں دو دو این ("...") لگے جملوں اور سبق کے دیگر جملوں کے فرق کو واضح کیجیے۔

تحریری سرگرمی

- ♦ کتاب میں نے پڑھی عنوان کے تحت اپنی پسندیدہ کتاب کا حاصل مطالعہ کیا۔
- ♦ اسکول لاہوری یا شہر کی لاہوری جا کر اپنے مشاہدے کو دس سطروں میں لکھیے۔

- ♦ ۶۔ مشاہیر واشنگٹن کا مطالعہ کرنا ان کا معمول بن گیا۔
- ♦ ابراہام لئکن کے مطالعے کے شوق میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو بیان کیجیے۔
- ♦ ابراہام لئکن کے کتاب کو سکھانے کا سبب بیان کیجیے۔
- ♦ کتاب کا معاوضہ ادا کرنے کے لیے ابراہام لئکن کا طریقہ لکھیے۔
- ♦ لئکن کی ان خوبیوں کا ذکر کیجیے جن سے کرافٹ متاثر ہوا۔
- ♦ کتاب کے خراب ہوجانے پر آپ کیا کرتے اگر آپ ابراہام لئکن کی جگہ ہوتے؟

عملی قواعد

رکھتے ہیں اس لیے صفت کے ایسے الفاظ 'صفت نسبتی' (relative adjective) کہلاتے ہیں۔

دوسری مثالیں : عربی گھوڑا، انگریز مسافر، ہندی زبان، طوفانی رات۔

ذیل کے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔

- ۱۔ ایک سال بعد مردوان نے پھر انھیں بلوایا۔
- ۲۔ انہوں نے پچاس برس تک دین کی بے مثال خدمت انجام دی۔
- ۳۔ انھیں سیکڑوں احادیث یاد ہو گئی تھیں۔

اوپر کی مثالوں میں 'ایک سال، پچاس برس' سے ایک مدت کا پتا چل رہا ہے۔ یہاں 'سال، برس' اسی ہیں جن کی خصوصیت 'ایک، پچاس' کے اعداد (numbers) سے بتائی گئی ہے۔ ایسی صفت کو 'صفت عددی' (numerative adjective) کہتے ہیں جیسے: اکبر نے ہندوستان پر پچاس برس دو مہینے سات دن حکومت کی۔

اوپر کی تیسرا مثال میں لفظ 'سیکڑوں' سے احادیث کی صفت بتائی گئی ہے لیکن یہ طبیعی ہے کہ کتنی احادیث۔ اس قسم کی صفت کو 'صفت مقداری' (quantitative adjective) کہا جاتا ہے۔

صفت (Adjective): قسمیں

آپ جانتے ہیں کہ اس کی کیفیت یا حالت بتانے والے لفظ کو 'صفت' کہتے ہیں۔ صفت جس اسم کے لیے استعمال کی جاتی ہے وہ 'موصوف' کہلاتا ہے مثلاً

صفت	موصوف
ذہین	لڑکا
نرم مزاج	انسان
ٹوٹا ہوا	گھر

یہاں لڑکا، انسان، گھر کے لیے صفت کے جو الفاظ آئے ہیں وہ ان کی ذاتی خصوصیات بتاتے ہیں۔ اس لیے ایسی صفت کو 'صفت ذاتی' (genative adjective) کہا جاتا ہے۔

دوسری مثالیں: کالی بکری، اندھا نقیر، لمبی رات، سونا راستہ

- ♦ پڑھے ہوئے اسباق سے صفت ذاتی کی دس مثالیں ملاش کر کے لکھیے۔

اب ذیل کی مثالیں پڑھ کر خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔

- ۱۔ اسلامی دنیا میں ان کی حیثیت ایک چلنے پھرتے مدرسے کی سی ہو گئی تھی۔
- ۲۔ ایک مرتبہ اموی خلیفہ نے ان کا امتحان لینا چاہا۔

خط کشیدہ الفاظ اسلامی، اموی یہ الفاظ دنیا، خلیفہ سے نسبت



پہلی بات :

حضرت لقمان ایک بڑے حکیم گزرے ہیں۔ جڑی بوٹیوں کے متعلق ان کی زبردست معلومات کو بیان کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ جڑی بوٹیاں ان سے باقی کیا کرتی تھیں۔ ذرا تصور کیجیے! چند پرندے اور ہمارے آس پاس کی چیزیں اگر واقعی بولنے لگیں تو وہ اپنے بارے میں کیسی عجیب و غریب باقی بتائیں گی۔ اسی خیال کے تحت ذیل کام مضمون لکھا گیا ہے۔

جان پچان :

شاہد رشید ۱۹۵۲ء میں مہاراشٹر کے تاریخی شہر اچل پور (امراوتی) میں پیدا ہوئے۔ وروڈ کے ایک اسکول میں درس و تدریس کی خدمات انجام دے کر پنسپل کے عہدے سے سبد و ش ہوئے۔ شاہد رشید نے طنزیہ و مزاحیہ مضامین سے اپنی نشر نگاری کا آغاز کیا۔ پھر سائنسی مضمون نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے مضامین 'سامنس' اور 'سامنس کی دنیا' جیسے رسالوں میں تو اتر سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ پھر تاہے فلک برسوں، مکاشفات، اور صدر: تخلیقی و تقیدی جہتیں، ان کی تصانیف ہیں۔

میں ایک سیدھا سادہ، بھولا بھالا جاندار ہوں۔ صرف رات کو غذا کی تلاش میں نکلتا ہوں اور میری غذا بھی کیا ہے، پھولوں کا رس۔ کیا آپ نے مجھ نہیں پہچانا؟ تو سنیے دستو! میں گندگی اور اندر ہیرے کو پسند کرتا ہوں۔ میں سورج کی آمد کے ساتھ اپنے ٹھکانے کی جانب لوٹ جاتا ہوں۔ میرے چھے پیر اور چار پر ہیں۔ میرے خاندان کے ایک ایک فرد سے اچھے اچھے کڑیں جوان پتے کی طرح کا نپتے ہیں۔ میں کبھی اپنے بے سرے گانے سے آپ کی میٹھی نیند میں خل نہیں ڈالتا، یہ کام تو میرا منجھلا بھائی کیویکس (culex) انجام دیتا ہے۔ میں جوڑ دار پیر والے کیڑوں کے گروہ آرٹھروپوڈا سے تعلق رکھتا ہوں۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں سبزی خور ہوں لیکن میری مادہ کی تو مرغوب غذا آپ کا خون ہے۔ اسے خوب صورت پرچے اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اس لیے وہ انھیں کو زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ وہ مساوات کی علمبردار بھی ہے۔ وہ بوڑھوں کو بھی نہیں بخشنٹی۔ چلتے چلتے جو مل گیا، اس پر ہاتھ صاف کرتے چلتی ہے۔ وہ بھی کیا کرے گی، اس بے چاری کو اپنے انڈوں کی نشوونما کے لیے خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ خون چوستی ہی نہیں بلکہ پہلے اپنی سونڈ کے ذریعے اپنا لاعاب آپ کے جسم میں داخل کر دیتی ہے۔ آپ کو احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ خون چوں کر اڑ جاتی ہے۔ لاعاب کے ساتھ میریا کا جرثومہ بھی آپ کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔

میریا کا جرثومہ پلازموڈیم (plasmodium) اپنے دورِ حیات کا پہلا مرحلہ میری مادہ کے جسم میں اور دوسرا اور تیسرا مرحلہ آپ کے جسم میں مکمل کرتا ہے۔ آپ کے خون میں شامل ہونے کے بعد یہ جرثومہ جگہ میں پہنچتا ہے۔ جگہ میں کچھ وقفہ گزارنے کے دوران اس میں تیزی سے ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے جس کے نتیجے میں سیکڑوں جراثیم وجود میں آ جاتے ہیں جو خون

کے سرخ ذرّات پر حملہ کرتے ہیں۔ جب یہ جراثیم خون میں شامل ہوتے ہیں تو لرزے کے ساتھ بخار چڑھ آتا ہے۔ خون کے سرخ ذرّات ہی ان جراثیم کی غذا ہیں۔ ناکمل علاج کی صورت میں ان کی قوتِ مدافعت بہت بڑھ جاتی ہے اس لیے ماہر طبیب ایسے مریض کا علاج زیادہ طاقتوردو سے کرتا ہے۔ ملیریا کو معمولی بیماری نہیں سمجھنا چاہیے۔

کمبوڈیا میں ملیریا کے جرثومے کی ایک اور قسم ملی ہے۔ اس پر کسی قسم کی دوا کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ کلوروکوئن کی کم مقدار مریض کو دینے کی وجہ سے جرثومے کی قوتِ مدافعت اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس پر اب کسی بھی طاقتوردو کا اثر نہیں ہو رہا۔ دوسرے ملکوں کے لوگ جب کمبوڈیا آتے ہیں تو اپنے ساتھ یہ خطرناک جرثومہ اپنے ملک لے جاتے ہیں۔ اس طرح پلازموڈیم فالسی فیرم نامی یہ جرثومہ دھیرے دھیرے ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔

اپنی برادری کی ایک اہم بات میں آپ کو بتاتا ہوں۔ ۱۹۵۰ء سے قبل کی بات ہے جب دوسری جنگِ عظیم واقع ہوئی تھی۔ اس جنگ میں آپ انسانوں نے ایک دوسرے کے خون کو پانی کی طرح بھایا تھا۔ بہت مہلک ہتھیار ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیے تھے۔ جب اس سے بھی آپ کا دل نہیں بھرا تو آپ ہماری جانب بھی متوجہ ہو گئے اور ڈی ڈی ٹی جیسی جراثیم کش دوا آپ نے ہمارے خلاف استعمال کی۔ پہلے تو ہم بہت گھبرائے لیکن اب ہم میں قوتِ مدافعت پیدا ہو گئی ہے۔ ڈی ڈی ٹی کے چھڑکاؤ سے ہمارا باہل بھی بیکا نہیں ہوتا۔ ہم نے آپ کے اس ہتھیار پر قابو پالیا ہے۔

میرے مجھے بھائی کیوں کا ذکر میں پہلے بھی کرچکا ہوں۔ اس کا پورا خاندان آپ کے خون کا پیاسا ہے۔ اس کی وجہ سے ایک خطرناک بیماری فیل پا (ہاتھی پاؤں) ہو جاتی ہے۔ اس کا جرثومہ اپنا دورِ حیات کیوں کیس اور انسانی جسم میں پورا کرتا ہے۔ فیل پا میں پیر غیر معمولی طور پر موٹے ہو جاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے سو جن آگئی ہو۔ فیل پا کا جرثومہ رات میں ۱۲/۱ بجے متحرک ہوتا ہے اس لیے ماہرین خون کا نمونہ رات میں بارہ بجے لیتے ہیں۔

میرا تیسرا بھائی ایڈس ایچپی (aedes aegypti) ہے جو انہیلی شاطر اور خطرناک ہے۔ یہ ڈینگو بخار پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔ صبح کے وقت بچہ بھلا چنگا اسکول جاتا ہے، شام میں بخار سے گھیر لیتا ہے۔ ایڈس ہمارے خاندان کا ایسا فرد ہے جو انسانوں کو دن ہی میں کاٹنا پسند کرتا ہے۔ اس کے ذریعے ڈینگو والر اس اپنے شکار کے جسم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ ہمارا یہ بھائی بڑا صفائی پسند ہے اس لیے وہ گلدستوں، یوکلوں، کولروں، ٹینکوں، ٹاروں میں بھرے پانی کو اپنا مسکن بناتا ہے۔ غرض میرا پورا خاندان آپ کو تکلیف پہنچانے والا ہے لیکن میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ یقیناً اب آپ نے تاڑ لیا ہو گا کہ میں کون ہوں۔ جی ہاں، میں انفلویل (anopheles) زرچھر ہوں۔

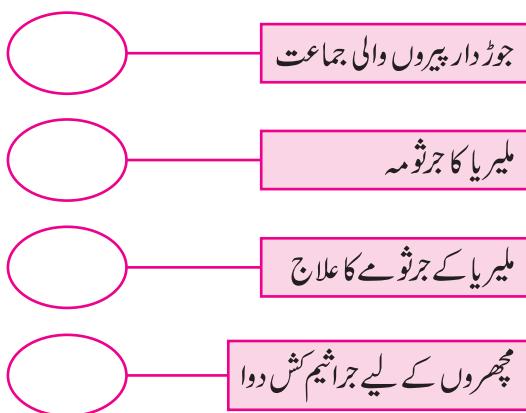
آپ کو اپنی صحت کی فکر خود کرنی چاہیے جس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ گھر کے ہر حصے میں سورج کی روشنی پہنچانے کا انتظام کریں۔ اگر گھر کے آس پاس سے پانی ہٹانا مشکل ہو تو پانی میں گمبوسانام کی مچھلیاں چھوڑ دیں جو ہمارے خاندان کے لاروے کو کھا جاتی ہیں۔ بہر حال، احتیاط علاج سے بہتر ہے۔ یاد رکھیے احتیاط کریں گے تو علاج کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

معانی و اشارات

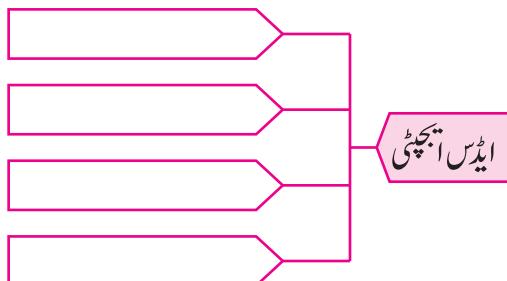
Specialist	- ہوشیار	ماہر	Harmless	- تکلیف نہ دینے والا	بے ضر
Doctor	- حکیم، ڈاکٹر	طبیب	Stout	- مضبوط	کڑیل
Fatal	- جان لیوا	مہلک	Disturbance	- خلل، رکاوٹ	خلل
Safe escape	- کچھ برا اثر نہ پڑنا	بال بیکانہ ہونا	To guess	- دیکھ لینا، سمجھ لینا	تاز لینا
Shrewd, cunning	- بہت چالاک	شاطر	Immunity	{ بچاؤ کی طاقت	قوت
Abode, dwelling	- رہنے کی جگہ	مسکن			مدافعت

مشقی سرگرمیاں

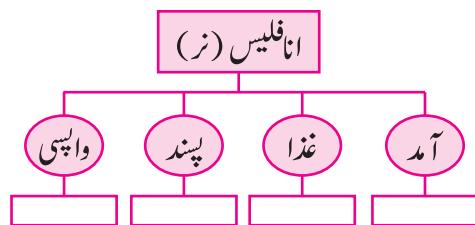
سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔



سبق کی مدد سے ایڈس آپچٹی کے بارے میں لکھیے۔



انفلیس (ز) مගر سے متعلق شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔



ملیریا سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے عضو کا نام لکھیے۔

- چوکون کے سامنے چھروں کے لیے مناسب لفظ لکھیے۔
- مچھر کی بیان کردہ جن خوبیوں کو آپ مکاری سمجھتے ہیں انھیں قلم بند کیجیے۔
- چھروں کے خاندانی نام لکھیے۔
- مچھر کے افراد خانہ کے نام تحریر کیجیے۔
- ستون 'الف' میں چھروں کے نام اور 'ب' میں ان سے متعلق باتیں دی ہوئی ہیں۔ ان کی صحیح جوڑیاں لگائیے۔

غذا / بیماری	مچھروں کے نام
فیل پا	انافلیس (ز)
ڈینگو	انافلیس (مادہ)
سبری خور	کیوںکیس
انسانی خون	ایڈس آپچٹی
ملیریا کا جرثومہ	

مادہ مچھر کے مساوات کی علمبردار ہونے کی حقیقت بیان کیجیے۔

”میرے خاندان کے ایک ایک فرد سے اچھے اچھے کڑیل جوان پتے کی طرح کا نپتے ہیں۔“ جملے میں خط کشیدہ الفاظ تکرار سے آئے ہیں۔ سبق میں ایسی کئی ترکیبیں ملتی ہیں، انھیں تلاش کر کے لکھیے۔

۲۔ میں سورج کی آمد کے ساتھ اپنے ٹھکانے کی جانب لوٹ جاتا ہوں۔

(خط کشیدہ لفظ کی بجائے اس کا ہم معنی لفظ لکھیے)

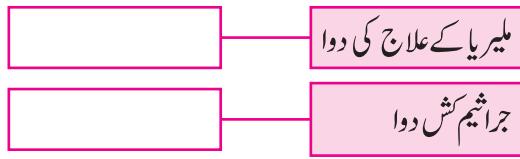
۳۔ ماہر طبیب ایسے مریض کا علاج زیادہ طاقتور دوا سے کرتا ہے۔ (خط کشیدہ لفظ کا ہم معنی لفظ لکھیے)

۴۔ ڈی ڈی ٹی کے چھڑکاؤ سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ (خط کشیدہ لفظوں کے لیے سبق سے محاورہ تلاش کر کے لکھیے)

۵۔ صحیح کے وقت بچہ بھلا چنگا اسکول جاتا ہے، شام میں بخار سے گھیر لیتا ہے۔

(جملے سے الفاظ کی ضد تلاش کر کے لکھیے)

سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔



تحریری سرگرمی

ایک مچھر کی آپ بیتی، عنوان پر مضمون لکھیے۔

دیے ہوئے نکات کی مدد سے رسی / غیر رسی خط لکھیے۔



ہیلتھ آفیسر کے نام عربی میں لکھیں اور صفائی کی درخواست کریں۔

شہر میں ڈینگو کی بیماری پھیل چکی ہے۔ چھوٹے بھائی / بہن کو خط لکھ کر احتیاطی مذکوری بتائیں۔

- ❖ مچھر جہاں جہاں قیام کرتا ہے ان جگہوں کے نام لکھیے۔
- ❖ ملیریا کے جرثومے کے حیاتی دوار کو مرحلہ دار لکھیے۔
- ❖ احتیاط علاج سے بہتر ہے، اس قول کی وضاحت کیجیے۔
- ❖ خاکہ کمکل کیجیے۔



ملیریا کے مرض کے مختلف مراحل کو ترتیب سے لکھیے۔

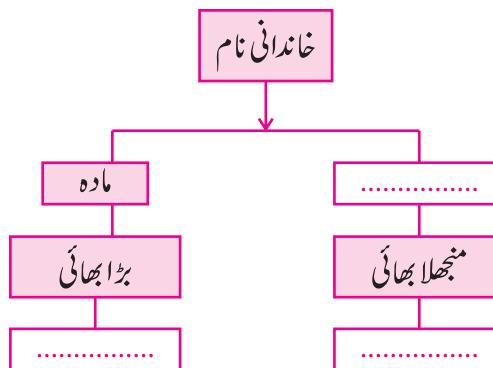
۱۔ تیز بخار آنا ۲۔ مچھر کا کاٹنا

۳۔ جگر کا متاثر ہونا ۴۔ سرخ ذرات پر حملہ ہونا

۵۔ لرزہ طاری ہونا

- ❖ مچھر کے بھنگلے بھائی اور بڑے بھائی کے ذریعے ہونے والے امراض کے نام تحریر کیجیے۔

سبق کی مدد سے مچھر کا خاندانی شجری خاکہ کمکل کیجیے۔



سبق سے محاورے تلاش کر کے لکھیے۔

سابقہ بُنے سے بُنے سرے جیسے دو بامعنی الفاظ بنائے کر لکھیے۔

‘سُبزی خروز’ جیسی ترکیب والے مرکب الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

لاحقة بُرداؤ سے دو بامعنی الفاظ بنائے۔

ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ اسے خوبصورت بچے اور عورتیں زیادہ پسند ہیں۔ اس

لیے وہ انہی کو زیادہ تکلیف دیتی ہے۔

(جملے میں خط کشیدہ الفاظ کی ضد لکھ کر جملے کو دوبارہ لکھیے)

کہاوت (Proverb)

جس کی لٹھی، اس کی بھینس (یعنی اپنی طاقت کے بل پر کمزور کو دبایا جاسکتا ہے)
 چار دن کی چاندنی پھر اندر ہیری رات (یعنی کچھ دن تو عیش و آرام کے ہوتے ہیں پھر مصیبت کا وقت آتا ہے)
 مان نہ مان، میں تیرا مہمان (یعنی کسی کے کام میں زبردستی خل دینا)
 آسمان سے گرا، کھجور میں اٹکا (ایک مصیبت سے نکل کر دوسروی مصیبت میں پھنس جانا)
 اپنے استاد کی مدد سے پانچ کہاوتیں تلاش کر کے معنی کے ساتھ لکھیے۔

آپ نے ایسے جملے ضرور سنے یا پڑھے ہوں گے:
 جیسی کرنی ویسی بھرنی
 جیسا باؤ گے، ویسا کاٹو گے
 جیسے کوئیسا

ان جملوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ جیسا عمل کریں گے، اس عمل کا حاصل ویسا ہی ہوگا۔ اچھا عمل کریں گے تو حاصل بھی اچھا ہوگا۔ اوپر کے فقرے / جملے دراصل کسی لمبی بات کو وضاحت سے نہ کہتے ہوئے چند لفظوں میں بیان کرنے کی مثالیں ہیں۔ ایسے فقرے یا جملے کہاوت، یا ضرب المثل، کہلاتے ہیں۔ بولتے یا لکھتے وقت کہاوت کے استعمال سے بات میں زور اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہاوتیں بھی آپ نے سنی یا پڑھی ہوں گی:

اضافی معلومات

مفید اور مضر جراثیم

ہمارے اطراف نیز تمام جانداروں کے جسم پر اور جسم کے اندر ہزاروں لاکھوں خور بینی جاندار پائے جاتے ہیں۔ ان کی کئی قسمیں ہیں۔ جراثیم بھی خور بینی جاندار ہیں۔ عام طور پر جراثیم کے تعلق سے یہ غلط فہمی ہے کہ یہ جانداروں میں مختلف بیماریاں پھیلاتے ہیں۔ لیکن ان میں کئی جراثیم ایسے بھی ہیں جو فائدہ مند ہیں مثلاً دودھ کو دہی میں تبدیل کرنے والا جرثوم لیکنوبیسی لائے جو دودھ کی شکر لیکنوуз کو لیکن ایسڈ میں تبدیل کر کے دودھ میں دہی کی کھٹاس پیدا کر دیتا ہے۔

ہمارے ہاضمے کے نظام میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو ان جراثیم کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے۔ یہ باقی فیڈ و بیکٹیریم کہلاتے ہیں۔ زمین کی زرخیزی بڑھانے میں بھی جراثیم اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پھل دار پودوں کی جڑوں میں گانٹھیں ہوتی ہیں جن میں رائز و دینی جراثیم پائے جاتے ہیں۔ یہ ہوا کی ناسٹرو جن کوناسٹرو جنی مرکبات میں تبدیل کر کے پروٹین کا بیش قیمت ذریعہ بن جاتے ہیں۔ چند جراثیم کچھرے میں موجود نامیاتی مادوں کا تجویز کر کے انھیں کھاد میں تبدیل کرتے ہیں۔

سانس دانوں کے مطابق جراثیم کی قسموں میں ۹۹ فی صد جراثیم فائدہ مند ہوتے ہیں۔ صرف ایک فی صد نقصان دہ ہیں مثلاً غذا کو خراب کرنے والے جراثیم جو کلاسٹریڈیم، کہلاتے ہیں۔ ایسی غذا استعمال کرنے سے انسان قے اور دست کا شکار ہو جاتا ہے۔ نقصان دہ جراثیم مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں مثلاً واپسرو کاری، ہیضہ پھیلاتا ہے۔ مانیکو بیکٹیریم، دق کی وجہ بنتا ہے۔ مانیکو بیکٹیریم لپپری، جذام کا باعث، سیڈ و موناں، نمونیا کا، نیسیر یا مینین جیٹی ڈس، دماغی بخار کا سبب ہے۔

مختلف امراض سے نجات کے لیے عام طور پر ڈاکٹر اینٹی بائیوکس دیتے ہیں لیکن ماہرین کا خیال ہے کہ جراثیم میں اینٹی بائیوکس کے خلاف بڑھتی ہوئی مدافعت کے باعث ایک دن ایسے جراثیم وجود میں آجائیں گے جن کے خلاف ہر دو ان کا رہ ثابت ہوگی۔



۲۔ بمبئی سے احمدنگر تک

ابوالکلام آزاد

پہلی بات : ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا لیکن اس آزادی کی خاطر ہمارے رہنماؤں کو کس قدر قربانیاں دینی پڑیں اور عوام نے کیا کیا مشقتیں جھیلیں، اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ ۸ راگست ۱۹۴۷ء میں بھارت چھوڑو، تحریک کا آغاز ہوا اور ہمارے بہت سے لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ بعض مجاہدین آزادی نے جیلوں میں اپنے حالات قلمبند کیے تھے۔ تحریک آزادی کے ایک بلند مرتبہ رہنما مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اپنے خطوط میں قید کے دوران جیل کے حالات اور اپنے تجربات بیان کیے ہیں۔ ذیل کا خط ان کی کتاب ”غبارِ خاطر“ سے مأخوذ ہے۔ انگریز حکومت نے مولانا ابوالکلام آزاد کو ۶ راگست ۱۹۴۷ء کو بھارت چھوڑو، تحریک کے آغاز کے وقت ممبئی میں گرفتار کیا اور احمدنگر کے قلعے میں نظر بند کر دیا تھا۔ مولانا نے اس خط میں ”بمبئی سے احمدنگر تک“ کی رواداد سفرنامے کے انداز میں لکھی ہے۔

جان پچان : مولانا ابوالکلام آزاد کا پورا نام مجید الدین احمد تھا۔ وہ ۱۸۸۸ء کو مکے میں پیدا ہوئے۔ وہ بڑے مجاہد آزادی، عالمِ دین، مفسرِ قرآن، سیاسی رہنما اور بلند پایہ ادیب تھے۔ آزادی کی جدوجہد کے دوران کئی کمی و بند کی مصیبتیں جھیلیں۔ آزادی کے بعد وہ ملک کے پہلے وزیرِ تعلیم مقرر ہوئے۔ انھوں نے قلعہ احمدنگر کی قید کے دوران اپنے دوست نواب صدر یار جنگ اور مولانا حبیب الرحمن خان شیر وانی کے نام جو خطوط لکھے وہ ”غبارِ خاطر“ کے نام سے شائع ہوئے۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

حسبِ معمول چار بجے اٹھا لیکن طبیعت تھکی ہوئی اور سر میں گرانی سخت تھی۔ میں نے اسپرین کی دو گولیاں منہ میں ڈال کر چائے پی اور قلم اٹھایا کہ بعض ضروری خطوط کا مسودہ لکھ لوں جو رات کی تجویز کے ساتھ پریسیڈنٹ روز ویلٹ وغیرہ کو بھیجننا طے پایا تھا۔ سامنے سمندر میں بھاٹا ختم ہو چکا تھا۔ رات کی اُمس بھی ختم ہو گئی تھی۔ اب جوار کی لہریں ساحل سے ٹکرائیں تھیں اور ہوا کے ٹھنڈے اور نرم آسود جھوٹے کے بھیجنے لگی تھیں۔

بے اختیار ہو کر قلم رکھ دیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ پھر اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے سڑک پر موڑ کاریں گزر رہی ہوں۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کئی کاریں مکان کے احاطے میں داخل ہو گئی ہیں اور اس بنگلے کی طرف جا رہی ہیں جو مکان کے پچھواڑے میں واقع ہے اور جس میں صاحبِ مکان کا لڑکا دھیر وہ رہتا ہے۔ پھر خیال ہوا میں خواب دیکھ رہا ہوں اور اس کے بعد گھری نیند میں ڈوب گیا۔ شاید اسی حالت میں دس بارہ منٹ گزرے ہوں گے کہ کسی نے میرا پیر دبادیا۔ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دھیر و ایک کاغذ ہاتھ میں لیے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے، ”دوفوجی افسر ڈپٹی کمشنر پوس کے ساتھ آئے ہیں اور یہ کاغذ لائے ہیں۔“ گوتنی ہی خبر میرے لیے کافی تھی مگر میں نے کاغذ لے لیا۔

میں نے دھیر سے کہا، ”مجھے ڈپٹی چھکھنا تیاری میں لگے گا۔ ان سے کہہ دو کہ انتظار کریں۔“ پھر غسل کیا، کپڑے پہنے،

چند ضروری خطوط لکھے اور باہر نکلا تو پانچ نج کر پینتالیس منٹ ہوئے تھے۔ کار باہر نکلی تو صحیح مسکراہی تھی۔ کار و کٹور یہ ٹرمیں اسٹیشن پر پہنچی تو اس کا پچھلا حصہ ہر طرف سے فوجی پہرے کے حصار میں تھا اور اگرچہ لوکل ٹرینوں کی روانگی کا وقت گزر رہا تھا لیکن مسافروں کا داخلہ روک دیا گیا تھا۔ صرف ایک پلیٹ فارم پر کچھ بہل چل دکھائی دیتی تھی کیونکہ ایک انجمن ریسٹورنٹ کار کو ڈھکیل کر ایک ٹرین سے جوڑ رہا تھا۔ معلوم ہوا یہی کاروں خاص ہے جو ہم زندانیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ بعض احباب جو مجھ سے پہلے پہنچائے جا چکے تھے ان کے چہروں پر بے خوابی اور نادقائقہ کی بیداری بول رہی تھی۔ کوئی کہتا تھا، ”رات دو بجے سویا اور چار بجے اٹھا دیا گیا۔“ کوئی کہتا، ”بمشکل ایک گھنٹا نیند کا ملا ہوگا۔“ میں نے کہا، ”معلوم نہیں سوئی ہوئی قسمت کا کیا حال ہے؟ اسے بھی کوئی جگانے کے لیے پہنچایا نہیں۔“ ساڑھے سات نج چکے تھے کہ ٹرین نے کوچ کی سیٹی بجائی۔ بمبی میں جو انواع ہیں گرفتاری سے پہلے پھیلی ہوئی تھیں ان میں احمدنگر کے قلعے اور پونہ کے آغا خان پیلس کا نام یقین کے ساتھ لیا جا رہا تھا۔ جب کلیان اسٹیشن سے ٹرین آگے بڑھی اور پونہ کی راہ اختیار کی تو سب کو خیال ہوا غالباً منزل پونہ ہی ہے۔ لیکن جب پونہ قریب آیا تو ایک غیر آباد اسٹیشن پر صرف بعض رفقاء اُتار لیے گئے اور بمبی کے مقامی قافلے کو بھی اُترنے کے لیے کہا گیا مگر ہم سے کچھ نہیں کہا گیا۔ اب احمدنگر ہر شخص کی زبان پر تھا کیونکہ اگر پونہ میں ہم نہیں اُتارے گئے تو پھر اس رُخ پر احمدنگر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ ایک صاحب نے جوانگی اطراف کے رہنے والے ہیں، بتلایا کہ پونہ اور احمدنگر کا باہمی فاصلہ ستر اسی میل سے زیادہ نہیں، اس لیے زیادہ سے زیادہ دوڑھائی گھنٹے کا سفر سمجھنا چاہیے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ملک کے تقریباً تمام تاریخی مقامات دیکھنے میں آئے مگر قلعہ احمدنگر دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ جب بمبی میں تھا تو تصدی بھی کیا تھا مگر پھر حالات نے مہلت نہ دی۔ یہ شہر ہندوستان کے ان خاص مقامات میں ہے جن کے ناموں کے ساتھ صدیوں کے انقلابوں کی داستانیں وابستہ ہو گئی ہیں۔ پہلے یہاں بھیگ نامی ندی کے کنارے ایک اسی نام کا گاؤں آباد تھا۔ پندرھویں صدی مسیح کے آخر میں جب دکن کی بھمنی حکومت کمزور پڑ گئی تو ملک احمد نظام الملک بھیری نے علم استقلال بلند کیا اور بھیگ کے قریب احمدنگر کی بنیاد ڈال کر جزیر کی جگہ اسے شہر بنایا۔ اس وقت سے نظام شاہی مملکت کا دار الحکومت یہی مقام بن گیا۔ چند برسوں کے اندر اس شہرنے وہ رونق و وسعت پیدا کر لی تھی کہ بغداد اور قاہرہ کا مقابلہ کرنے لگا تھا۔ یہی احمدنگر کا قلعہ ہے جس کی سنگی دیواروں پر برہان نظام شاہ کی بہن چاند بی بی نے اپنے عزم و شجاعت کی یادگارِ زمانہ داستانیں کنداہ کی تھیں۔

دو بجھے والے تھے کہ ٹرین احمدنگر پہنچی۔ اسٹیشن میں سناٹا تھا۔ صرف چند فوجی افسروں ہل رہے تھے۔ انھی میں مقامی چھاؤنی کا کمانڈنگ آفیسر بھی تھا جس سے ہمیں ملایا گیا۔ ہم اُترے اور فوراً اسٹیشن سے روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن سے قلعے تک سیدھی سڑک چلی گئی ہے۔ راہ میں کوئی موڑ نہیں ملا۔ میں سوچنے لگا کہ مقاصد کے سفر کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ جب قدم اٹھا دیا تو پھر کوئی موڑ نہیں ملتا۔ اگر مڑنا چاہیں تو صرف پیچے ہی کی طرف مڑ سکتے ہیں لیکن پیچے مڑنے کی راہ یہاں پہلے سے بند ہو جاتی ہے۔ اسٹیشن سے قلعے تک کی مسافت زیادہ سے زیادہ دس بارہ منٹ کی ہوگی۔ قلعے کا حصار پہلے کسی قدر فاصلے پر دکھائی دیا۔

پھر یہ فاصلہ چند محوں میں طے ہو گیا۔ اب اس دنیا میں جو قلعے سے باہر ہے اور اس میں جو قلعے کے اندر ہے، صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ چشم زدن میں یہ بھی طے ہو گیا اور ہم قلعے کی دنیا میں داخل ہو گئے۔ غور کیجیے تو زندگی کی تمام مسافتوں کا یہی حال ہے۔ خود زندگی اور موت کا باہمی فاصلہ بھی ایک قدم سے زیادہ نہیں ہوتا۔

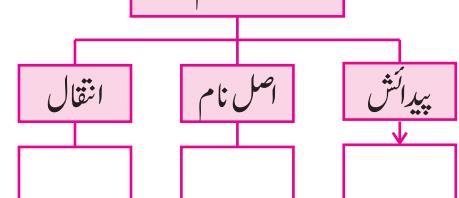
معانی و اشارات

Capital	دارالحکومت	- راجدھانی	Heaviness	بھاری پن	- گرانی
Flag of consistency	علم استقلال	- اپنے کے ارادے کا جمنڈا	Manuscript	لکھا ہوا کاغذ	- مسودہ
Bravery	عزم و شجاعت	- پکا ارادہ اور بہادری	Sultry condition	ماحول کا بھاری پن	- ہمس
Carve	کندہ کرنا	- کھودنا	High and low tides	مدو جزر	- جوار بھائیا
In a wink of eye	چشم زدن میں	- پلک جھکتے ہی	Fence, boundary	احاطہ، گھیرا	- حصار
Distance	مسافت	- فاصلہ	Prisoner	قیدی	- زندانی
			Embarkment	روانگی	- کوچ
			Intention, Plan	ارادہ	- قصد

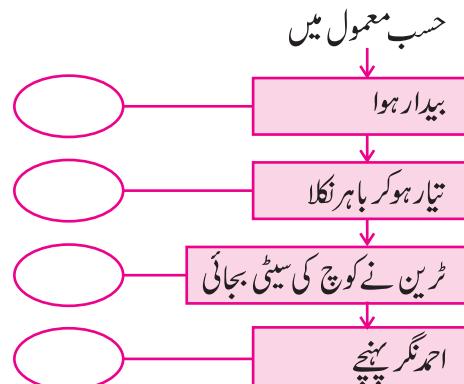
مشقی سرگرمیاں

- ♦ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔
- ۱۔ میں نے اسپرین کی دو گولیاں منہ میں ڈالی۔
(جملے میں مبتدا اور خبر پہچان کر لکھیے)
- ۲۔ جس کی سنگی دیواروں پر چاند بی بی نے اپنے عزم و شجاعت کی یادگاری زمانہ داستانیں کندہ کی تھیں۔
(خط کشیدہ اسم کی قسم پہچانیے)
- ۳۔ جس میں صاحبِ مکان کا لڑکا دھیرو رہتا ہے۔
(جملے میں فعل کو خط کشیدہ کیجیے)
- ۴۔ اسٹشن سے قلعے تک کی مسافت زیادہ سے زیادہ دہ بارہ منٹ کی ہو گی۔ (خط کشیدہ صفت پہچانیے)
- ۵۔ میں نے دھیرو سے کہا، ”مجھے ڈریٹھ گھنٹا تیاری میں لگے گا، ان سے کہہ دو کہ انتظار کریں۔“
(”مجھے کریں۔“ اس جملے میں استعمال کی گئی علاماتِ اوقاف کے نام لکھیے)
- ♦ مولانا آزاد کے بے اختیار ہو کر قلم رکھ دینے کا سبب بیان کیجیے۔

مولانا ابوالکلام آزاد



- ♦ سبق کی مدد سے مولانا آزاد کی گرفتاری کے دن کا روای خاکہ مکمل کیجیے۔



- ♦ ذیل کے واحد کی جمع اور مجمع کے واحد سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔
- ۱۔ رفیق ۲۔ مقام
- ۳۔ مقصد ۴۔ خط
- ۵۔ طرف ۶۔ عزائم
- ۷۔ حال ۸۔ مسافت
- ۹۔ مسودات ۱۰۔ داستان

تحریری سرگرمی

- ♦ تاریخی مقامات کی حفاظت/تاریخی ورثے کی حفاظت کے لیے پانچ مخصوص نظرے لکھیے۔
- ♦ کسی تاریخی یا تفریحی مقام کی سیر کی رواداد لکھیے۔
- ♦ اپنے کزن کے نام خط لکھیے اور تعلیمی سیر کے بارے میں معلومات دیجیے۔
- ♦ سبق بہبیتی سے احمدگر تک پڑھ کر اپنی ذاتی ڈائری لکھیے۔

عملی قواعد

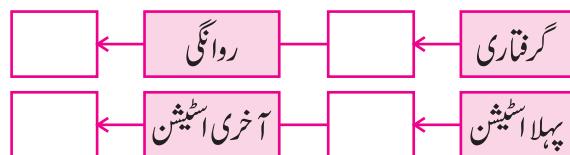
جملے کی فہمیں (Types of sentence)

بیانیہ جملہ (Narrative sentence)

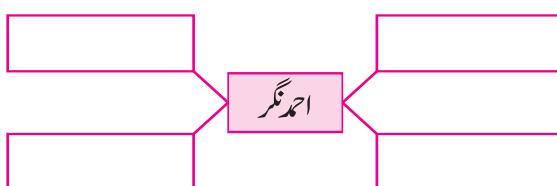
ان جملوں کو پڑھیے۔
رات کی اُمس ختم ہو گئی تھی۔
لیٹھتے ہی آنکھ لگ گئی۔
کسی نے میرا پیر بدایا۔
کاروکٹور یہ ٹرینیشن پر پہنچی۔

ان جملوں سے ہمیں کچھ پتا چلتا ہے مثلاً پہلے جملے سے رات کی ایک خاص حالت کے ختم ہونے کی خبر ملتی ہے۔ مثاں اس کے دوسرے جملے بھی یہی کچھ بتاتے ہیں۔ ایسا جملہ جس سے کسی واقعے کی خبر ملتی ہو، **بیانیہ جملہ** (narrative sentence) کہلاتا ہے۔

- ♦ سبق میں بیان کیے گئے سمندر کے منظر کو اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔
- ♦ فوجی افسروں کی آمد کے بعد مولانا آزاد کی مصروفیت قلم بند کیجیے۔
- ♦ ناوقت کی بیداری پر مولانا آزاد اور ان کے رفقاء کے تبرے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- ♦ بہبیتی سے احمدگر تک مولانا ابوالکلام کے سفر کا رواں خاکہ مکمل کیجیے۔



- ♦ نظر بند کرنے کے لیے احمدگر قلعہ لے جانے پر مولانا کے تاثرات تحریر کیجیے۔
- ♦ احمدگر کی خصوصیات سے ذیل کے ویب خاکے کو مکمل کیجیے۔



- ♦ سبق میں مولانا ابوالکلام نے تین جگہوں پر اپنے ذاتی تاثرات بیان کیے ہیں، انھیں تلاش کر کے نقل کیجیے۔
 - ♦ احمدگر کے قلعے کی تاریخی حیثیت پر پانچ جملے لکھیے۔
 - ♦ ذیل کے جملے سے ایسا سوالیہ جملہ ترتیب دیجیے جس کا جواب جملے کے خط کشیدہ الفاظ ہوں۔
- ۱۔ مجھے ڈیڑھ گھنٹا تیاری میں لگے گا۔
 - ۲۔ ٹرین احمدگر پہنچی۔
 - ۳۔ نظام الملک بھیری نے احمدگر کی بنیاد ڈالی۔
 - ۴۔ رات دو بجے سویا اور چار بجے اٹھا دیا گیا۔
 - ۵۔ زندگی اور موت کا باہمی فاصلہ ایک قدم سے زیادہ نہیں۔
- ♦ سبق سے اسم خاص اور اسم عام کی پانچ پانچ مثالیں لکھیے۔



پہلی بات : انگریزی زبان کے ایک محاورے کے مطابق قلم تلوار سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ قلم کارا پنے مضامین اور کتابوں کے ذریعے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں اور سماج میں بیداری پیدا کرتے ہیں۔ انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں شامل ہمارے کئی رہنماؤں نے یہ طریقہ اپنایا اور اخبارات نکالے۔ انھی عظیم انقلابیوں میں عبدالحمید انصاری بھی تھے جنھوں نے اس مقصد کے تحت اردو اخبار انقلاب جاری کیا تھا۔ ذیل کے مضمون میں ان کے حالات زندگی اور کارناٹے بیان کیے گئے ہیں۔ اس مضمون کی تیاری میں جاوید جمال الدین کی کتاب 'عبدالحمید انصاری: انقلابی صحافی اور مجاہدِ آزادی' سے مدد لی گئی ہے۔

روزنامہ 'انقلاب'، ممبئی کے بانی اور مجاہدِ آزادی عبدالحمید انصاری کا شماران ہستیوں میں ہوتا ہے جو ذاتی جدوجہد سے عظمت، مقام اور مرتبہ حاصل کرتی ہیں۔ عبدالحمید انصاری ۱۹۰۶ء دسمبر ۳۱ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے۔ ابھی ان کی عمر دس برس کی تھی کہ والدین کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بہن خدیجہ اور بڑے بھائی عبد الرحمن نے انھیں سنبھالا۔ حالات اور سخت ہوئے تو سر محمد یوسف کے قائم کردہ پیتیم خانے واقع نہوا شیوا میں انھیں داخل کر دیا گیا۔ عبدالحمید نے ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی۔ بعد میں وہ انجمن اسلام ہائی اسکول، ناگپور میں داخل ہوئے۔ اردو فائل اور انگریزی کی تین جماعتیں کامیاب کیں۔ ابتدا میں روزگار کے لیے ٹیوشن پڑھایا۔ عارضی طور پر مدرسی کا پیشہ اختیار کیا مگر قسمت کو کچھ اور منظور تھا۔

اس زمانے میں آزادی کے متواہے پورے ملک میں سرگرم عمل تھے۔ علی برادران کی خلافت تحریک میں گاندھی جی کی شمولیت نے ہندو مسلمانوں کو قریب کر دیا تھا۔ لوگ جو ق در جو ق آزادی کی جدوجہد سے جڑ رہے تھے۔ نوجوانوں میں جوش و خروش تھا۔ سماجی اور فلاحی ادارے بھی خوب سرگرم تھے۔ ان دنوں ممبئی میں 'محفل افضال پیغمبری'، نیشنل سٹ مسلمانوں کی ایک فعال انجمن تھی۔ نوجوان عبدالحمید انصاری فرصت کے لمحات انجمن کے دفتر میں گزارتے تھے۔ انھوں نے اپنی سماجی، سیاسی سرگرمیاں یہیں سے شروع کیں اور اخیر عمر تک اس انجمن سے وابستہ رہے۔ خلافت تحریک کے دوران ممبئی میں 'محل احرار' کا دفتر قائم ہوا تو وہ اس سے بھی مسلک ہو گئے اور اس کے رضا کار بن کر پہلے سرخ پوش بنے، پھر کھدر پوش اور خلافت کی سند حاصل ہوئی تو جمیعۃ العلماء کی مسند صدارت پر رونق افروز ہوئے۔

عبدالحمید انصاری پر جوش نوجوان تھے۔ قدرت نے انھیں تحریر و تقریر کا ہنر عطا کیا تھا۔ مہاتما گاندھی نے جب نمک ستیہ گرہ کے لیے ڈانڈی کی طرف کوچ کیا تو ملک بھر میں نمک کے قانون کے خلاف احتجاج ہوا۔ ہزاروں احتجاجی گرفتار کر لیے گئے۔ انصاری صاحب بھی اس احتجاج میں شرکیک تھے، گرفتار کر کے پونہ کی ایروڈا جیل میں بھیج دیے گئے۔ قید کے دوران انھوں نے بہت کچھ سیکھا۔ ممتاز اہل قلم رہنماؤں کی صحبت میں رہ کر ان کی فکر میں نکھار آیا۔ وہ اردو، فارسی، عربی زبانیں

جانتے تھے۔ جیل میں رہ کر انہوں نے مراٹھی، گجراتی اور انگریزی بھی سیکھ لی۔

عبدالحمید انصاری میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کسی کو دکھ اور تکلیف میں مبتلا دیکھتے تو تڑپ اٹھتے۔ قید کے دوران قیدیوں کے ساتھ ہونے والے غیر انسانی سلوک نے انھیں بے چین کر دیا۔ وہ قیدیوں کو ایذا رسانی پر بھڑک اٹھے اور جیل کے سپاہیوں اور وارڈن سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ جیلرنے اس کا سخت بدله لیا۔ انھیں چکلی پسینے کی سزا انسانی اور علیحدہ کوٹھری میں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ انصاری صاحب نے قدم پیچھے نہیں لیا۔ معافی مانگنا تو دوڑ، انہوں نے احتجاج جاری رکھا اور بھوک ہڑتاں شروع کر دی۔ انہوں نے کھانا بالکل بند کر دیا۔ بس پانی استعمال کرتے رہے۔ پھر ان کی صحنت خراب ہونے لگی۔ انگریز جیل پر پیشان ہو گیا۔ انگریز عدم تشدد، ستیہ گرہ اور ہڑتاں سے پر پیشان ہو جاتے تھے۔ ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی تھیں۔ جیل سپرنڈنٹ میجر مارٹن نے انھیں ہموار کرنے کی کوشش کی۔ کانگریس سے علیحدگی اور حکومت سے معافی مانگنے کی شرط پر تمام الزامات سے بری کرنے کی پیشکش بھی کی مگر ناکام رہا۔ تنگ آ کر انھیں ناقابلِ اصلاح قیدی قرار دے دیا گیا۔ ملکہ اور تاج برطانیہ سے بغاوت اور تشدد کے الزام میں وہ کال کوٹھری میں قید تھا اور قرار دیے گئے۔

کال کوٹھری میں ان کا سامنا ایک ایسے سخت جمودار سے ہوا جو انتہائی سنگ دل اور بے رحم تھا اور کمبل پر یڈ کی سزادی نے میں پیش پیش رہتا تھا۔ انصاری صاحب کو ہمیشہ ڈراتا، دھمکاتا اور بات بے بات پر پٹائی کرتا تھا۔ انصاری صاحب خوف نہ کھاتے بلکہ ایک ہندوستانی ہونے کی وجہ سے اکثر اُس کی ذہن سازی کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے، ”میں نے وطن کی محبت میں جیل کی زندگی بہ رضا قبول کی ہے۔ میں ایک ایسے رسول کا امتی ہوں جس نے ہمیشہ مظلوموں کا ساتھ دیا۔“

ڈانڈی یا ترا

ڈانڈی یا ترا ہندوستان کی تحریک آزادی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ مہاتما گاندھی سوراچ پارٹی اور انڈین نیشنل کانگریس کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے میں لگے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے چھوٹ چھات، شراب نوشی، جہالت اور غربت کے خلاف بھی تحریک جاری رکھی۔ تحریک آزادی میں حصہ لینے کے لیے وہ ۱۹۲۸ء میں دوبارہ منظر عام پر آئے۔ انہوں نے سائمن کمیشن کی پریزوئنالٹ کی۔ کلکتہ میں ہونے والے کانگریس کے ایک اجلاس میں ہندوستانیوں کے اقتدار کی تجویز بھی پاس کروائی اور ایسا نہ ہونے پر انہوں نے عدم تعاون تحریک کی دھمکی دی۔

جب انگریز حکومت نے نمک پر بھاری ٹیکس لگا دیا تو عوام کو بڑی تکفیلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسے ماحول میں گاندھی جی نے نمک ستیہ گرہ کا اعلان کیا۔ ۱۹۳۲ء مارچ سے ۱۹۳۰ء تک جاری اس ستیہ گرہ کو ڈانڈی یا ترا بھی کہتے ہیں۔ گاندھی جی اپنے ۸۰ رہنماؤں کے ساتھ احمد آباد سے گجرات کے ساحلی شہر ڈامڈی کی طرف روانہ ہوئے اور ۳۹۰ کلومیٹر کا پیدل سفر طے کر کے ڈانڈی پنچھے جہاں گاندھی جی نے نمک کا قانون توڑا۔ اس یا ترا کو "White flowing river" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس یا ترا میں شریک سبھی افراد سفید کھدر کا لباس پہنے ہوئے تھے۔

انصاری صاحب جیل سے رہائی کے بعد صحافت کے میدان میں سرگرم ہو گئے۔ روزنامہ 'الہلال' کے مدیر، طالع اور ناشر رہے۔ اشتغال انگریز مضمون لکھنے کے جرم میں انھیں دوبارہ قید کر دیا گیا مگر ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ ۱۹۳۸ء میں انہوں نے روزنامہ 'انقلاب'، جاری کیا اور اپنی بے باک تحریروں سے آزادی کے تصور کو عام کیا۔ انصاری صاحب سچے محب وطن اور ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ”جب تک ہندو مسلم شیر و شکر نہیں ہو جاتے تب

تک یہ جوش و سرت بے کار ہے۔“ ۱۵ اگسٹ ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کی مبارکباد دیتے ہوئے ‘انقلاب’ کے اداریے میں انھوں نے لکھا، ”آزادی کا جشن تنہانہ منایا جائے۔ ہندو اور مسلمان مل کر جشن منائیں۔“

النصاری صاحب پوری زندگی ”ارادے بلند رکھو اور کوشش کیے جاؤ،“ کے قول پر عمل پیرا رہے۔ ۵ مارچ ۱۹۷۲ء کو عارضہ قلب کے باعث ان کا انتقال ہوا۔

معانی و اشارات

قدم پیچھے نہ لینا	-	ارادے پر بچنے رہنا	-	تھوڑے وقت کے لیے عارضی طور پر
To be determined				جوق در جوق
Discharge	-	آزاد	-	Rushing بھیڑ بھاڑ کرنا
	-	بری	-	فلاجی ادارہ عوام کی بھلائی کے کام کرنے والا ادارہ
مراد انگلستان کی ملکہ و ٹوئریہ	-	ملکہ	-	Welfare institution لگن اور جوش کے ساتھ مصروف ہونا سرگرم ہونا
Victoria the queen				To be active
British Empire	-	تاج برطانیہ	-	فعال بہت کام کرنے والا
کسی بات یا عمل کے لیے لوگوں کو سمجھانا /	-	ذہن سازی	-	حرکی جمع، آزاد احرار
To build consensus		تیار کرنا		Free تعلق رکھنا
Willingly	-	بِرِضا	-	مسلک ہونا اپنی مرضی سے سماجی کام کرنے والا
پکے ارادے سے بالکل نہ ہٹنا	{	پائے استقامت	{	رضا کار
To be stubborn		میں لغزش نہ آنا		Volunteer تکلیف پہنچانا
شیر و شکر نہ ہونا	-	میل ملاپ نہ ہونا، اتحاد و اتفاق نہ ہونا	-	غصے میں آ جانا بھڑک اُٹھنا
Disagree, Discord				

مشقی سرگرمیاں

ستون ’الف‘ اور ستون ’ب‘ میں مناسب جوڑیاں لگائیے۔

سبق پڑھ کر دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

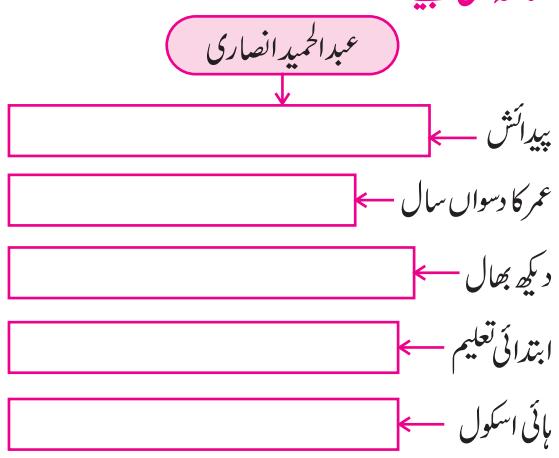
سبق کی مدد سے عبدالحمید انصاری کے بارے میں روایات خاکہ مکمل کیجیے۔

ستون ’ب‘	ستون ’الف‘
خلافت	اخبار
ہلال	انجمن
مجلس احرار	تحریک
فضلی پیغمبری	رضا کار
انقلاب	مدیر، طافع و ناشر

درج ذیل فقروں کے لیے مناسب لفظ/ ترکیب لکھیے۔

۱۔ وطن کی جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والے لوگ

۲۔ ایسے بچے جن کے ماں اور باپ انتقال کر گئے ہوں



♦ یوم آزادی سے متعلق عبدالحمید انصاری کے مشورے کو تحریر کیجیے۔

♦ سبق سے واعطف کی مثالیں لکھیے۔

♦ سبق سے ایسے الفاظ تلاش کیجیے جن میں سابقے اور لاحقے استعمال کیے گئے ہیں۔

♦ مجہدین آزادی کے لیے استعمال کیے گئے دیگر الفاظ لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ :

♦ تحریکوں کی معلومات حاصل کیجیے۔

۱۔ خلافت تحریک ۲۔ بھارت چھوڑو تحریک

♦ درج ذیل تنظیموں کی جدوجہد آزادی میں شمولیت کی معلومات حاصل کر کے لکھیے۔

۱۔ جمعیۃ العلماء ۲۔ مجلس احرار

♦ اس سبق میں اخبار انقلاب کا تذکرہ ہے۔ اخبار حاصل کر کے اس کا مطالعہ کیجیے۔

تحریری سرگرمی

♦ ڈارادے بلند رکھوا اور کوشش کیے جاؤ۔ یہ قول عزم و حوصلہ کی تحریک دیتا ہے۔ اس طرح کے کم از کم پانچ اقوال لکھیے۔

♦ آپ کی اسکول میں منائے گئے جشن آزادی کے جلسے کی رووداد لکھیے۔

♦ 'اخبار بنی' (میرا پسندیدہ مشغله) پر دس سطروں کا مضمون لکھیے۔

۳۔ لڑائی جھگڑے کے بغیر آزادی کی جدوجہد

۴۔ وطن سے تجھی محبت رکھنے والے

♦ صرف نام لکھیے۔

۱۔ ایروڈا جیل کے سپرننڈنٹ ←

۲۔ 'الہلال' کے مدیر، طابع و ناشر ←

۳۔ ڈانڈی مارچ کے قائد ←

۴۔ خلافت تحریک کے بانی ←

۵۔ جیل کا سربراہ ←

♦ دیے ہوئے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ جو ق در جو ق ۲۔ کوت کوت کر

♦ جس طرح انگریزی - انگلستان کی زبان

فارسی - فارس کی زبان

اسی طرح

..... - عربی

..... - بنگالی

..... - گجراتی

..... - پنجابی

♦ محفل افضل پیغمبری کی معلومات دیجیے۔

♦ ایروڈا جیل میں دوسری مرتبہ قید ہونے کی وجہ تحریر کیجیے۔

♦ سرخ پوش اور کھدر پوش بننے کے مرادی مفہوم بیان کیجیے۔

♦ عبدالحمید انصاری جن زبانوں سے واقف تھے ان کے نام لکھیے۔

♦ عبدالحمید انصاری میں انسانی ہمدردی کوت کوت کر بھری ہوئی تھی۔ اس بیان کے ثبوت میں مثال تحریر کیجیے۔

♦ عبدالحمید انصاری کو تمام ازمات سے بری کرنے کے لیے مجرماً کی شرط کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

♦ عبدالحمید انصاری کے وطن کی خاطر جیل جانے اور قید تہائی قبول کرنے کا سبب بیان کیجیے۔



۶۔ سورج

ابن اشنا

پہلی بات : ہوا، پانی، نمدا، لباس، مکان وغیرہ ہماری بنیادی ضرورتیں ہیں۔ قدرت نے یہ سب چیزیں عام طور پر مہیا کر رکھی ہیں۔ استعمال کے دوران ان کی قدر و قیمت محسوس نہیں ہوتی لیکن جب ہم ان میں سے کسی چیز سے محروم ہو جاتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ خدا کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ذیل کے مضمون میں ابن اشنا نے سورج کی اہمیت کو مزاجیہ انداز میں واضح کیا ہے۔ اس مضمون کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ اگر کسی دن سورج نہ لکھے تو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں پر کیا اثرات پڑیں گے۔ مذہبی کتابوں میں مذکور ہے کہ قیامت کے آنے پر سورج بے نور کر دیا جائے گا۔ مصنف نے اس تصور سے اپنی موجودہ زندگی کو دیکھا ہے۔

جان پچان : شیر محمد خان ابن اشنا ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ طنز و مزاح نگار اور اعلیٰ پایے کے شاعر تھے۔ انہوں نے مختلف ملکوں میں سفر کے حالات اور مشاہدات کو اپنے سفر ناموں میں لکھ انداز میں پیش کیا۔ ان کی تحریریں ہنسانے کے ساتھ غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ ان کے مضمایں میں شنگنگی، بے ساختگی اور یقیناً ہیں۔ اردو کی آخری کتاب، ابن بطوطة کے تعاقب میں، چلتے ہو تو جیجن کو چلیے، ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

خبراء میں ایک برطانوی سائنس دال کا بیان آیا ہے کہ سورج کی میعاد ختم ہونے والی ہے۔ ایک روز یک لخت اس کا چراغ گل ہو جائے گا۔ اس کا جانا ٹھہر گیا ہے، صحیح گیا یا شام گیا۔

یہ خبر پڑھ کر ہماری آنکھوں کے آگے اندر ہیرا سا چھا گیا کیونکہ اس امر کے باوجود کہ ہمیں سورج پر بعض اعتراض ہیں، اس کی خوبیاں اظہر من اشمس ہیں مثلاً یہی کہ اس میں تیل پڑتا ہے نہ بھلی کا خرچ ہے، پھر بھی اچھی خاصی روشنی دیتا ہے۔ ہمارا اس پر اعتراض فقط یہ ہے کہ یہ غلط وقت پر نکلتا ہے یعنی صحیح سات بجے جبکہ ہماری بھرپور نیند کا وقت ہوتا ہے۔ اگر دوپھر کو یا شام کو نکلا کرے تو کتنی اچھی بات ہو۔ لیکن کوئی نہ کوئی نقش توہر چیز میں ہوتا ہے حتیٰ کہ کہتے ہیں ’dag‘ تو سورج میں بھی ہوتا ہے۔

سورج اگر ختم ہو گیا تو اس کے نتائج بڑے سمجھیں اور دور رس ہوں گے۔ عام لوگ تو اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ سب سے زیادہ زد تو دھوپیوں پر پڑے گی کیونکہ ان بیچاروں کا تو روزگار ہی کپڑے دھونا ہے۔ خیر دھو تو لیں گے، سکھائیں گے کیسے؟ دوسری کاری ضرب ان کارخانوں اور دکانوں پر پڑے گی جو چھتریاں بناتے بیچتے ہیں۔ ٹھنڈی بولموں والوں کا کاروبار بھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پھر اس کا اثر دنیا کے علاوہ دین پر بھی پڑنے کا اندر یشہ ہے۔ رمضان شریف کے دنوں میں سورج بڑے کام آتا ہے۔ روزہ رکھنے میں تو خیر کوئی ایسی مشکل نہیں کیونکہ تڑ کے رکھا جاتا ہے لیکن لوگ کھولا کیسے کریں گے؟ اس کے لیے تو

غروب آفتاب کی شرط ہے۔ ہم اپنے ایک دوست کے بارے میں بھی فکر مند ہیں۔ ان کا اصول ہے کہ صحیح ستاروں کی چھاؤں میں چند پرندے کے ساتھ اٹھ بیٹھتے ہیں اور سورج نکلنے تک سیر اور ورزش کرتے ہیں۔ نہ سورج ہونے نکلے۔ ظاہر ہے قیامت تک سیر کرتے رہیں گے۔ یا ڈنڈ پیل کربے حال ہو جائیں گے۔ اب تو لوگ تاریکی سے گھبرا کر سوریا ہونے کی آرزو کرتے ہیں۔ آئندہ رات کے ہونے کی تمنا کیا کریں گے کیونکہ رات میں کم از کم چاند تو ہوتا ہے۔ دن میں تو تارے تک نہیں ہوتے۔ ہوتے بھی ہیں تو ہر ایک کو نظر نہیں آتے۔ اور ہم اردو کے محاورہ داں آئندہ کس چیز کو چرانگ دکھایا کریں گے؟

ہم ان سامنے دنوں کے ہاتھوں بہت تنگ ہیں۔ کبھی کہتے ہیں دنیا ختم ہونے والی ہے۔ سامان باندھ لو۔ تیار رہو۔ کبھی فرماتے ہیں، سورج کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے۔ ہمیں تو یہ ساری کارستانی برطانوی سامنے داں صاحب کی معلوم ہوتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ برطانیہ کے اقبال کا آفتاب بھی غروب نہ ہوتا تھا لیکن پھر غروب ہونا شروع ہوا تو ہوتا ہی چلا گیا۔ اب انگریز کہتے ہیں کہ ہم تو ڈوبے ہیں میاں، تم کو بھی لے ڈویں گے۔ یقین ہے آگے چل کر اس سلسلے میں اور نظر یہ بھی سامنے آئیں گے۔ امریکہ کو بین الاقوامی کمیونزم کی سازش نظر آئے گی کہ اندر ہرا کر کے یہ لوگ ہم پر میزائل پھینکنا چاہتے ہیں۔ روں امریکی سامراج کی سازش کا سراغ لگائے گا کہ اب امریکہ کے تیل کے اجارہ داروں کی بن آئے گی۔ مٹی کا تیل غریب ملکوں میں جس بھاؤ چاہیں گے، پیچیں گے۔ پینگ ڈیلی کا سیاسی وقائع نگار یوں بھانڈا پھوڑے گا کہ یہ امریکہ اور روں کی ملی بھگت ہے کیونکہ چین مشرق کی طرف ہے اور سورج مشرق ہی سے نکلا کرتا تھا۔

انتابڑا واقعہ ہو جانے پر ہر طرف پلچل سی مجھ جائے گی۔ اخبارات سورج نمبر نکالیں گے۔ ہا کر آواز لگاتے پھریں گے، ”ہو گیا... ہو گیا سورج کا ڈباؤ گول ہو گیا۔“ بیانوں میں ہر چیز کا خیر مقدم کرنے والے اب کے یہ بیان بھی دیں گے کہ ہم سورج کے ختم ہونے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اپوزیشن والے کہیں گے، ”بالغ رائے دہندگی کو نظر انداز کرنے کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔“ کوئی بیان دے گا کہ میں نے ۱۹۲۱ء ہی میں بتا دیا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرمائیں گے کہ علامہ اقبال نے مجھے ہدایت کی تھی کہ سورج کا خیال رکھنا، اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے لیکن اخبار والے اپنے کالم میں بتائیں گے کہ سورج کے نہ ہونے کا خوابوں کی نفسیاتی تحلیل پر کیا اثر پڑے گا۔ بڑے بڑے عالم انسائیکلو پیڈیا کے حوالے دے کر بتائیں گے کہ سورج بڑی پرانی چیز ہے۔ وہ اس کے سارے نام بھی گناہیں گے۔

ہم نے اس خبر کا صرف ضروری حصہ کالم کے شروع میں دیا ہے ورنہ خبر لمبی ہے اور اس میں بہت سی تفصیلات ہیں جن سے ہمیں یا ہمارے قارئین کو کوئی دچکپی نہیں ہو سکتی مثلاً یہی کہ یہ حادثہ آج سے تین کروڑ سال بعد پیش آئے گا اگر آتا تو...



معانی و اشارات

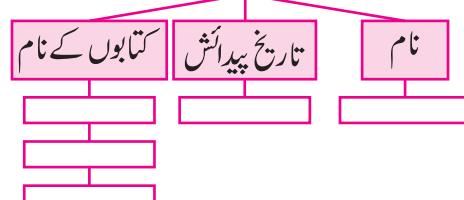
Deed	- کام	- کارستانی	Period	- میعاد
Empire	- شاہی حکومت	- سامراج	Put the light off	- چراغ گل ہونا
Sign	- پتا	- سراغ	Issue	- امر
Autonomous	- تجارت کا اکیلا مالک	- اجارہ دار	اٹھر من اشنس	- سورج کی طرح روشن / ظاہر
Succeed	- بھلا ہونا	- بن آنا	Obvious, self-evident	- اتفاقی
Reporter	- رپورٹر	- وقایع نگار	Results	- نتائج
Welcome	- استقبال	- خیر مقدم	Dورس	- دور تک پہنچنے والا
Voting	- بالغ ہونے پر ووٹ دینا	- بالغ رائے دہندگی	Far-reaching, farseeing	- زد پڑنا
	- ذہنی حالت کا تجزیہ	- نفسیاتی تحلیل	To be stroken, to be affected	- مار پڑنا
Psychological analysis			Hard stroke	- سخت مار
				کاری ضرب

مشقی سرگرمیاں

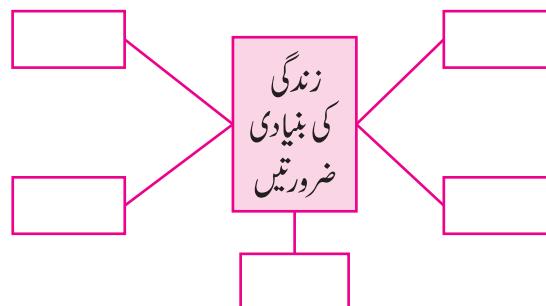
- ❖ سورج کے ختم ہو جانے کا سب سے زیادہ اثر جن پر پڑ سکتا ہے ان کے نام اور پیشے لکھیے۔
 - ❖ سورج کے ختم ہو جانے پر رمضان شریف کے بارے میں مصنف کے اندر یہ کو تحریر کیجیے۔
 - ❖ سورج کے ختم ہو جانے پر مجھ سویرے اٹھنے اور ورزش کرنے والے دوست کا حال اپنے لفظوں میں لکھیے۔
 - ❖ مصنف کے مطابق برطانوی سائنس داں کی کارستانی قلم بند کیجیے۔
 - ❖ چین کا امریکہ اور روس کی ملی بھگت کے الزام کا سبب لکھیے۔
 - ❖ سبق سے چار مقاد الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔
 - ❖ درج ذیل کے لیے ایک لفظ لکھیے۔
1. سورج کا نکنا
2. سورج کا ڈوبنا
3. سورج کی طرح روشن
4. سورج کے نکلنے کی سمت

- ❖ سبق کا مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔
- ❖ 'جان پہچان' کی مدد سے شکنی خاکہ مکمل کیجیے۔

مصنف



- ❖ آپ کے مطابق زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے لحاظ سے ذیل کا شکنی خاکہ مکمل کیجیے۔



- ❖ مصنف کے مطابق سورج نکلنے کا صحیح وقت لکھیے۔
- ❖ سبق کے حوالے سے سورج کی خوبیاں تحریر کیجیے۔

آغا خان پلیس

آغا خان پلیس شہر پونہ کی ایک اہم تاریخی عمارت ہے۔ اسے سلطان محمد شاہ آغا خان ثالث نے ۱۸۹۲ء میں تعمیر کروایا تھا۔ تاریخ ہند میں اسے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ قلعہ کے زمانے میں سلطان محمد شاہ نے آس پاس کے علاقوں کے غربیوں اور قلعہ سے متاثر ہونے والوں کی مدد کے لیے اسے وقف کر دیا تھا۔ یہ بڑی خوب صورت اور پرشکوہ عمارت ہے۔ جنگ آزادی کے زمانے میں مہاتما گاندھی، ان کی اہمیت کستوربا اور سروجنی نائید و کوئی محل میں قید رکھا گیا تھا۔ یہیں کستوربا گاندھی کا انتقال ہوا۔ ان کی سماہی وہیں ہے۔ ۲۰۰۳ء میں مکہ آثار قدیمہ نے اسے ہندوستان کی تاریخی عمارتوں میں شامل کر لیا۔

احمدنگر کا قلعہ

احمدنگر کا قلعہ بھیگر ندی کے کنارے احمدنگر میں واقع ہے۔ ۱۸۹۰ء میں احمدنگر شہر کے مشرق میں اسے تعمیر کیا گیا۔ اس گول قلعے کی دیواریں ۱۸ میٹر اونچی ہیں۔ دشمنوں سے حفاظت کے لیے اس قلعے کے گرد ایک خندق بھی کھودی گئی تھی۔ جنگ آزادی کے دوران پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کو اسی قلعے میں قید رکھا گیا تھا۔ یہ قلعہ احمدنگر کے سلطان کی قیام گاہ تھا۔ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے مراثوں سے جنگ کے بعد اس قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔

۵۔ سورج کے غروب ہونے کی سمت ←

۶۔ کپڑے دھونے والا ←

۷۔ سائنسی ایجاد کرنے والا ←

♦ سبق کے حوالے سے درج ذیل الفاظ کے فعل لکھیے۔

۱۔ اخبارات ۲۔ ہاکریں

۳۔ بیان کرنے والے ۴۔ سیاست دال

♦ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ دھو تو خیر لیں گے، سکھائیں گے کیسے؟

(جملہ کی قسم پہچانیے)

۲۔ عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے۔ (علامت وقف پہچانیے)

۳۔ چین مشرق کی طرف ہے۔

(خط کشیدہ لفظ اسیم ہے۔ اس کی قسم بتائیے)

۴۔ علامہ اقبال نے مجھے ہدایت کی تھی۔

(ایسا سوال بنائیے جس کا جواب خط کشیدہ الفاظ ہوں)

♦ درج ذیل الفاظ کے ہم معنی لفظ لکھیے۔

آتاب، چاند

♦ ذیل کے جملوں سے مفرد، مرکب اور مخلوط جملے منتخب کر کے نقل کیجیے۔

۱۔ یہ خبر پڑھ کر ہماری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

۲۔ علامہ اقبال نے مجھے سے کہا تھا کہ سورج کا خیال رکھنا۔

۳۔ عام لوگ تو اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

۴۔ بالغ رائے دہننگی کو نظر انداز کرنے کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔

۵۔ اس میں بہت سی تفصیلات ہیں جس سے ہمیں یا ہمارے قارئین کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

♦ روشنی اور اندریہ سے متعلق محاورے تلاش کر کے لکھیے۔

♦ ”ہم تو ڈوبے ہیں میاں تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔“ اس بیان سے ذہن میں آنے والا شعر لکھیے۔



۷۔ تلفظ اور املاء

رشید حسن خان

پہلی بات : آدمی کی لفظتو سے اس کی شخصیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس کی زبان کی شاستری، بات کرنے کے ملیقے، بجھ کے اُتار چڑھاؤ اور الفاظ کے صحیح استعمال سے، ہم اس کی قابلیت پہچان لیتے ہیں اور غلط زبان سے اس کی جہالت کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ غلط تلفظ اور بے ربط جملوں کی وجہ سے زبان غیر معیاری ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں خامیاں جب تحریر میں پائی جائیں تو اسے املائی غلطی کہا جاتا ہے اور ایسی غلط زبان غیر فصح کہلاتی ہے۔ جب ہم تلفظ اور املے کی غلطیوں سے پاک زبان بولتے ہیں یا لکھتے ہیں تو وہ زبان شستہ کہلاتی ہے اور ایسی زبان استعمال کرنے والے کو مہذب سمجھا جاتا ہے۔

جان پہچان : رشید حسن خان ۱۹۳۰ء میں شاہ جہاں پور میں پیدا ہوئے۔ وہ دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ملازم تھے۔ وہ اردو کے قدآ ور محقق اور تقدیمگار تھے۔ ان کی تنقید نہایت سخت تھی اور وہ بغیر دلائل کے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ زبان کی قواعد اور املے پر ان کی گہری نظر تھی۔ اردو املاء، زبان و قواعد اور ادبی تحقیق: مسائل و تجویزیں ان کی نہایت اہم کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے اردو کے کلائیکی ادب کا انتخاب بھی بڑی محنت سے کیا ہے۔ ان کے مرتبہ انتخابات کو مستند مانا جاتا ہے۔ ۲۰۰۶ء کو ان کا انتقال ہوا۔

جملہ لفظوں سے بنتا ہے۔ جملوں سے عبارت بنتی ہے۔ اچھی عبارت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے جملے بے عیب ہوں۔ بے عیب تحریر وہ ہے جس میں روزمرہ اور محاورے کی غلطی نہ ہو، املے کی بھی غلطی نہ ہو اور اس میں بیان کا حسن بھی پایا جائے۔ ایک ہی بات کوئی طرح کہا جاسکتا ہے۔ ذہین طالب علم کوشش کرتے ہیں کہ اچھے سے اچھے اندازِ بیان کو اپنائیں۔ جملے میں جو لفظ لائے جائیں تو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ مطلب کو اچھی طرح ادا کر رہے ہوں۔ اچھا جملہ لکھنے کے لیے مناسب لفظوں کا انتخاب پہلی ضروری بات ہے۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جن مناسب لفظوں کو منتخب کیا جائے، جملے میں ان کی ترتیب بھی مناسب طور پر ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی دیکھنے کی ہوتی ہے کہ وہ جملہ جب زبان سے ادا ہوگا تو اُس میں روانی کتنی ہوگی۔ اچھی نثر کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اُس میں روانی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اس جملے کو دیکھیے: ”تم یہاں سے کل کیا چلے گئے کہ گھر کی رونق ہی چلی گئی۔“ اس جملے کا مطلب تو واضح ہے مگر اس میں بیان کا حسن نہیں آپایا۔ جملے کے پہلے نکٹھرے ”کل کیا گئے کہ، کو زبان سے ادا کرتے وقت روانی ٹوٹی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس جملے میں جتنے لفظ آئے ہیں، اُن میں سے ایک دلفظوں کو کم کیا جاسکتا ہے مثلاً اس طرح: ”گھر کی رونق تمہارے ساتھ ہی چلی گئی تھی۔“

کسی اچھے جملے کو دو تین بار پڑھیے۔ آپ محسوس کریں گے کہ ایک خاص طرح کا آہنگ اور ایک خاص طرح کی نغمگی

اُس کے اندر موجود ہے۔ جملے میں جتنی روانی ہوگی اُسی نسبت سے اُس میں وزن اور آہنگ کی لہریں پیدا ہوں گی۔

جملے دو طرح کے ہوتے ہیں: مفرد، مرکب۔ مرکب جملے وہ ہوتے ہیں جو دو یا زیادہ مفرد جملوں سے مل کر بنے ہوں۔

لبے مفرد جملے لکھنا یا طویل مرکب جملے لکھنا غلط نہیں۔ مختصر جملوں میں اگر مفہوم آسانی کے ساتھ ادا ہو سکتا ہو تو پھر طویل جملے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لبے جملوں میں کبھی یہ خرابی پیدا ہو جاتی ہے کہ ان میں زائد لفظ شامل ہو جاتے ہیں۔ عبارت میں زائد لفظ ہوں تو اسے عیب کہا جائے گا۔ کوشش کرنا چاہیے کہ جملے ضرورت سے زیادہ طویل نہ ہوں۔

عربی اور فارسی سے اردو نے بہت فیض پایا ہے۔ ان زبانوں کے بہت سے لفظ اردو میں شامل ہیں۔ یہ لفظ ہماری زبان میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ غیریت باقی نہیں رہی۔ ان دونوں زبانوں کے ساتھ ساتھ ہندی اور بعض دوسری ہندوستانی زبانوں کے لفظ بھی ہماری زبان میں موجود ہیں۔ پچھلے دوسو برسوں میں انگریزی کے بہت سے لفظ اردو میں شامل ہو گئے ہیں۔

دو طالب علم باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا، ”مارنگ میں ایک فرینڈ کے گھر گیا تھا۔ پھر فادر کے ساتھ شاپنگ کرنے نکل گیا۔ آفڑنوں میں پلے گرا ڈنڈ پر گیا۔“ آپ نے محسوس کر لیا ہوگا کہ ان صاحب کی گفتگو میں انگریزی کے لفظ غیر ضروری طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ انگریزی کے بہت سے لفظ ہماری زبان میں شامل ہو چکے ہیں اور وہ زبان کا حصہ بن گئے ہیں جیسے: اسٹیشن، اسکول، میزائل، تھرمائیٹر، ایڈیٹر، آسیجن، ہائیڈروجن، ناول، فلم، ٹیلی ویژن، ریفریجیریٹر، لاوڈ اسپیکر، پنسل، ایٹم وغیرہ۔ اب یہ سب اردو کے اپنے لفظ ہیں۔ اگر کوئی شخص لاوڈ اسپیکر کی جگہ آلمبکر الصوت، استعمال کرے یا تھرمائیٹر کی جگہ ’مقیاس الحرارت‘ کہے تو سمجھا جائے گا کہ یہ شخص زبان کو مشکل اور بوجھل بنانا چاہتا ہے۔ اسی طرح جن لفظوں کے بدل ہمارے پاس پہلے سے موجود ہیں، ان کی جگہ انگریزی لفظ لانا، بے تکن کی بات ہے۔ اسے بگڑی ہوئی اردو کہا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں انگریزی کے سب الفاظ غیر ضروری طور پر لائے گئے ہیں۔

لفظوں کی غیر ضروری تکرار بڑا عیب ہے۔ اچھی عبارت وہ ہے جس میں لفظی کفایت شعاراتی سے کام لیا گیا ہو۔ جملوں میں زائد الفاظ طرح طرح سے آجایا کرتے ہیں۔ عبارت میں قواعد کے لحاظ سے کوئی عیب نہ ہو، یہ اچھی بات ہے۔ زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ عبارت میں حسن بھی ہو۔ ہم جب بھی کچھ لکھیں، ہمیں اسے بار بار پڑھنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ جملوں میں کچھ الفاظ زائد تو نہیں۔ اس طرح یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ عبارت میں کوئی جملہ یا جملے زائد تو نہیں۔

معانی و اشارات

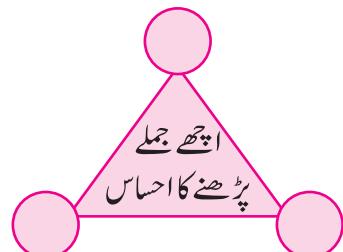
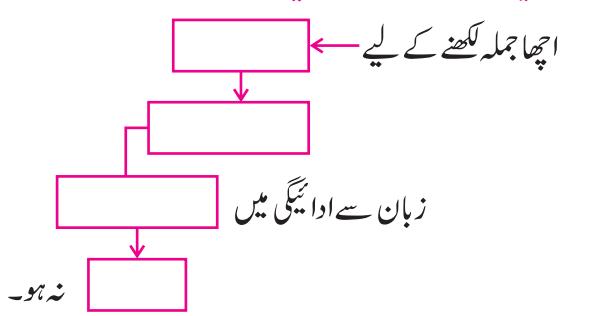
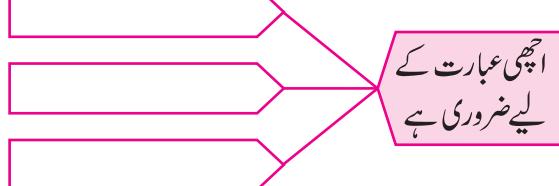
Single, simple	مفرد (جملہ) -	اکیلا	عبارت -	لکھے ہوئے چند جملوں کا مجموعہ
Synthetic, compound	مرکب (جملہ) -	ملا جلا	حسن -	خوبی، خوبصورتی
Elaborated, long	طويل -	لمبا	اندازِ بیان -	بات کہنے کا ڈھنگ
Extra	زائد -	زیادہ	انتخاب -	چنان، پسندیدگی
To be benefitted	فیض پانا -	فائدة حاصل کرنا	منتخب کرنا -	چنان، پسند کرنا
Strangeness, unfamiliarity	غیریت -	اجنبیت	نشر -	وہ عام زبان جو بولی اور لکھی جاتی ہے
Repetition	تکرار -	دھراو	روشن ہونا -	ظاہر / واضح ہونا
Frugality	کفایت شعاراتی -	بچت	آہنگ -	سرتال، روانی
				Symphony - گیت کی دھن

مشقی سرگرمیاں

- ❖ سبق میں آئے انگریزی الفاظ انگریزی رسم الخط میں لکھیے۔
- ❖ اچھی عبارت کی خوبیاں تحریر کیجیے۔
- ❖ ”اردو نے دیگر زبانوں سے فیض پایا ہے۔“ سبق کی روشنی میں اس جملے کی وضاحت کیجیے۔
- ❖ ”مارنگ میں ایک فرینڈ کے گھر گیا تھا۔ پھر فادر کے ساتھ شانگ کرنے نکل گیا۔ آفرنون میں پلے گراؤنڈ پر گیا۔“ اس جملے میں آئے ہوئے انگریزی لفظوں کی جگہ اردو الفاظ لکھ کر عبارت دوبارہ لکھیے۔
- ❖ لفظوں کی تکرار بڑا عیب ہے؛ مثال دے کر واضح کیجیے۔

تحریری سرگرمی

- ❖ پسندیدہ کتاب سے دلچسپ اقتباس نقل کر کے لکھیے۔
- ❖ ”یوم مطالعہ“ کے ضمن میں اپنی پسندیدہ کتاب کا حاصل مطالعہ تحریر کیجیے۔
- ❖ واٹس ایپ یا ای-میل کے ذریعے اپنے دوست کو تقریری مقابله کی معلومات دیجیے۔





پہلی بات : بچوں کی دنیا بڑی عجیب ہوتی ہے۔ وہ اپنے اطراف جن چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان میں ان کا جھس بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں کے متعلق کیوں، کب، کیسے جیسے سوالات بچوں کے ذہنوں میں ہمیشہ کلبلا تے رہتے ہیں اور وہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ کچھ سمجھنے یا کچھ حاصل کرنے کی ان کی نفیسیات سے بعض اوقات آدمی غصہ ہونے کی بجائے ہنس دیتا ہے۔ نادان دوست پریم چند کی ایسی ہی کہانی ہے جس میں بچوں کے جھس کے بعض پہلو واضح کیے گئے ہیں۔

جان پچان : مشی پریم چند ۱۸۸۰ء کو بارس کے ایک گاؤں میں (پانڈے پور) میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ اپنی ادبی زندگی کا آغاز انہوں نے نواب رائے کے نام سے کیا۔ پھر وہ پریم چند کے قلمی نام سے لکھنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی۔ اسی دوران میں اے کیا۔ پھر ہمیڈ ماسٹر اور ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز بھی رہے۔ ان کی کہانیوں میں دیہی ماحول اور غریب و کمزور طبقوں کی سچی تصویریں ملتی ہیں۔ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ 'سو ز طن' ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ پریم چند نے بارہ ناول لکھے جن میں 'غبن'، 'میدانِ عمل'، 'چوگان'، 'گوشہ عافیت'، 'بازارِ حسن' اور 'گئوان' اہم ہیں۔ پریم چندی، پریم بنتی، واردات، خواب و خیال، آخری تحفہ اور 'زادِ راہ' ان کے مشہور افسانوی مجموعے ہیں۔ ۱۹۳۶ء کو ان کا انتقال ہوا۔

کیشو کے گھر میں ایک کارنس کے اوپر ایک چڑیا نے انڈے دیے تھے۔ کیشو اور اس کی بہن شیاما دونوں بڑے غور سے چڑیا کو وہاں آتے جاتے دیکھا کرتے۔ دونوں کے دل میں طرح طرح کے سوالات اٹھتے۔ انڈے کس رنگ کے ہوں گے؟ کتنے ہوں گے؟ ان میں سے بچے کس طرح نکل آئیں گے؟ بچوں کے پر کیسے نکلیں گے؟ گھونسلا کیسا ہوگا؟ لیکن ان باتوں کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا، نہ اماماں کو گھر کے کام دھنڈے سے فرصت تھی نہ بابو جی کو پڑھنے لکھنے سے۔ دونوں بچے آپس میں سوال و جواب کر کے اپنے دل کو تسلی دے لیا کرتے تھے۔ شیاما کہتی، "کیوں بھیا! بچے نکل کر پھر سے اڑ جائیں گے؟" کیشو عالمانہ غرور سے کہتا، "ہیں ری پلگی، پہلے پر نکلیں گے۔ بغیر پروں کے بے چارے کیسے اڑ جائیں گے؟" اس طرح تین چار دن گزر گئے۔ انڈوں کو دیکھنے کے لیے دونوں بچے بیتاب تھے۔ انہوں نے قیاس کیا، "اب بچے ضرور نکل آئے ہوں گے۔" بچوں کے چارے کا سوال اب ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ کارنس پر تھوڑا سا دانہ رکھ دیا جائے۔

شیاما: "کیوں بھیا، بچوں کو دھوپ نہ لگتی ہوگی؟"

کیشو کا دھیان اس تکلیف کی طرف نہ گیا تھا۔ بولا، "ضرور تکلیف ہوتی ہوگی۔ بچارے پیاس کے مارے ٹڑپتے

ہوں گے، اور سایہ بھی نہیں۔“

آخر یہ فیصلہ ہوا کہ گھونسلے کے اوپر کپڑے کی چھت بنادینی چاہیے۔ پانی کی پیالی اور چاول رکھ دینے کی تجویز منظور ہو گئی۔ دونوں بچے بڑے شوق سے کام کرنے لگے۔ شیاماں کی آنکھ بچا کر مٹکے سے چاول نکال لائی۔ کیشو نے پھر کی پیالی کا تیل چپکے سے زمین پر گرا دیا اور اسے صاف کر کے اس میں پانی بھرا۔ اب چاندنی کے لیے کپڑا کھاں سے آئے؟ پھر اور پر بغیر چھپڑیوں کے ٹھہرے گا کیسے؟

کیشو بڑی دیر تک اسی ادھیر بن میں رہا۔ آخر اس نے یہ مشکل بھی حل کر لی۔ شیاما سے بولا، ”جا کر کوڑا سچھنکنے والی ٹوکری اٹھا لاؤ۔ شیاما دوڑ کر ٹوکری اٹھا لائی۔ کیشو ٹوکری کو ایک ٹہنی سے لٹکا کر بولا، ”دیکھ، ایسے ہی گھونسلے پر اس کی آڑ کروں گا۔ تب کیسے دھوپ جائے گی۔“ شیاما نے دل میں سوچا، ”بھیتا کیسے چلاک ہیں!“

گرمی کے دن تھے۔ با بوجی دفتر گئے ہوئے تھے۔ ماں دونوں بچوں کو سلا کر خود سوگی تھی لیکن دونوں بچوں کی آنکھوں میں نیند کھاں؟ جوں ہی معلوم ہوا کہ اماں جی اچھی طرح سوگی ہیں، دونوں بچکے سے اٹھے، آہستہ سے دروازے کی سکنی کھول کر باہر نکل آئے۔ انڈوں کی حفاظت کی تیاریاں ہونے لگیں۔

کیشو کمرے سے جا کر ایک اسٹول اٹھا لایا لیکن جب اس سے کام نہ چلا تو نہانے کی چوکی لا کر اسٹول کے نیچے رکھی اور ڈرتے ڈرتے اسٹول پر چڑھا۔ شیاما دونوں ہاتھوں سے اسٹول پکڑے ہوئے تھی۔ اسٹول چاروں ٹانگیں برابر نہ ہونے کی وجہ سے جس طرف زیادہ دباو پاتا تھا، ذرا سا ہل جاتا تھا۔ اس وقت کیشو کو کس قدر تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی یہ اسی کا دل جانتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے کارنس پکڑ لیتا تھا اور شیاما کو دبی آواز سے ڈانٹا، ”اچھی طرح پکڑ ورنہ اُتر کر بہت ماروں گا۔“ مگر بے چاری شیاما کا دل تو اور کارنس پر تھا۔ بار بار اس کا دھیان اُدھر چلا جاتا اور ہاتھ ڈھیلے پڑ جاتے۔

کیشو نے جوں ہی کارنس پر ہاتھ رکھا، دونوں چڑیاں اُڑ گئیں۔ کیشو نے دیکھا کہ کارنس پر تھوڑے سے تنکے بچھے ہوئے ہیں اور اس پر تین انڈے پڑے ہیں۔ شیاما نے نیچے سے پوچھا، ”بچے ہیں بھیا؟“

کیشو: ”تین انڈے ہیں۔ بچے ابھی تک نہیں نکلے۔“

شیاما: ”ذراء میں دکھا دو بھیا، کتنے بڑے ہیں؟“

کیشو: ”دکھا دوں گا۔ پہلے ذرا کپڑے کا ٹکڑا لے کر آ۔ نیچے بچھا دوں، بچارے انڈے تنکوں پر پڑے ہیں۔“

شیاما دوڑ کر اپنی پرانی پھاڑ کر ایک ٹکڑا لائی۔ کیشو نے جھک کر کپڑا لے لیا اور اسے تہ کر کے ایک گدی بنائی اور اسے تنکوں پر بچھا کر تینوں انڈے اُس پر رکھ دیے۔ شیاما نے پھر کہا، ”ہم کو بھی دکھا دو بھیا۔“

کیشو: ”دکھا دوں گا۔ پہلے ذرا وہ ٹوکری تو دے، اور سایہ تو کر دوں۔“

شیاما نے ٹوکری نیچے سے تھا دی۔ کیشو نے ٹوکری کو ایک ٹہنی سے لگا کر کہا، ”جا۔ دانہ اور پانی کی پیالی لے آ۔ میں اُتر آؤں گا تو تجھے دکھا دوں گا۔“

شیاما پیالی اور چاول بھی لے آئی۔ کیشو نے ٹوکری کے نیچے دونوں چیزیں رکھ دیں اور آہستہ سے اُتر آیا۔ شیاما نے گڑ گڑا کر کہا، ”اب ہم کو بھی چڑھا دو بھیا۔“

کیشو: ”تو گر پڑے گی۔“

شیاما: ”نہ گروں گی بھیا۔ تم نیچے سے پکڑے رہنا۔“

کیشو: ”کہیں تو گر گرا پڑے تو اماں جی میری چلنی ہی کرڈالیں گی۔ کیا کرے گی دیکھ کر؟ اب انڈے بڑے آرام سے ہیں۔“

شیاما نے آنکھ میں آنسو بھر کر کہا، ”تم نے مجھے نہیں دکھایا۔ اماں جی سے کہہ دوں گی۔“

کیشو: ”اماں جی سے کہے گی تو بہت ماروں گا۔ کہے دیتا ہوں۔“

شیاما: ”تو تم نے مجھے دکھایا کیوں نہیں؟“

کیشو: ”اگر گر پڑتی تو چار سرنہ ہو جاتے۔“

شیاما: ”ہو جاتے تو ہو جاتے۔ دیکھ لینا میں کہہ دوں گی۔“

اتنے میں کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ماں نے دھوپ سے آنکھوں کو بچاتے ہوئے کہا، ”تم دونوں باہر کب نکل آئے؟“ میں نے کہا تھا، دوپہر کونہ نکلنا؟“

کیشو دل میں کانپ رہا تھا کہ کہیں شیاما کہہ نہ دے۔ ماں نے دونوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر پھر کمرے میں بند کر دیا اور آہستہ آہستہ انھیں پنکھا جھلنے لگی۔ دونوں بچوں کو بہت جلد نیند آگئی۔

چار بجے یکاکیشیاما کی آنکھ کھلی۔ وہ دوڑتی ہوئی کارنس کے پاس آئی اور اوپر کی طرف تکنے لگی۔ ٹوکری کا پتا نہ تھا۔ اس کی نگاہ نیچے گئی اور وہ اُلٹے پاؤں دوڑتی ہوئی کمرے میں جا کر زور سے بولی، ”بھیا انڈے تو نیچے پڑے ہیں۔ بچے اُڑ گئے!“ کیشو گھبرا کر اٹھا اور دوڑتا ہوا باہر آیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ تینوں انڈے نیچے ٹوٹے پڑے ہیں۔ پانی کی پیالی بھی ایک طرف ٹوٹی پڑی ہے۔ اس کے چہرے کارنگ اُڑ گیا۔

شیاما نے پوچھا، ”بچے کہاں اُڑ گئے بھیا؟“

کیشو نے افسوس ناک لہجے میں کہا، ”انڈے تو بھوٹ گئے۔“

ماں نے سوئی ہاتھ میں لیے ہوئے پوچھا، ”تم دونوں وہاں دھوپ میں کیا کر رہے ہو؟“

شیاما نے کہا، ”اماں جی چڑیا کے انڈے ٹوٹے پڑے ہیں۔“

ماں نے آکر ٹوٹے ہوئے انڈوں کو دیکھا اور غصے سے بولی، ”تم لوگوں نے انڈوں کو چھوا ہوگا۔“

اب تو شیاما کو بھیا پر ذرا بھی ترس نہ آیا۔ اسی نے شاید انڈوں کو اس طرح رکھ دیا کہ وہ نیچے گر پڑے۔ اس کی سزا انھیں ملنی چاہیے۔ ”انھوں نے انڈوں کو چھیڑا تھا، اماں جی۔“

ماں نے کیشو سے پوچھا، ”کیوں رے کیشو! تو وہاں پہنچا کیسے؟“

شیاما: ”چوکی پر اسٹول رکھ کر چڑھے تھے، اماں جی۔“
 ماں: ”تو اتنا بڑا ہو گیا، تجھے نہیں معلوم کہ چھونے سے چڑیا کے انڈے گندے ہو جاتے ہیں۔ چڑیا پھر انھیں نہیں سیتی۔“
 شیاما نے ڈرتے ڈرتے پوچھا، ”تو کیا چڑیا نے انڈے گرائے ہیں، اماں جی؟“
 ماں: ”اور کیا کرتی؟ کیشو کے سراس کا پاپ پڑے گا۔ اہا! تین جانیں لے لیں دشمن نے۔“
 کیشورونی صورت بنانے کا فریضہ، ”میں نے تو صرف انڈوں کو گدی پر رکھا تھا، اماں۔“
 ماں کو ہنسی آگئی مگر کیشو کوئی دن تک اپنی غلطی کا افسوس رہا۔ دونوں چڑیاں پھر وہاں نہ دکھائی دیں۔

معانی و اشارات

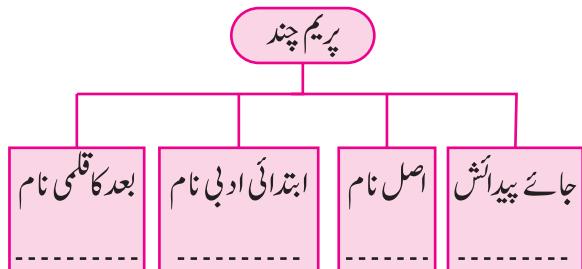
بے تاب	-	خوف کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل جانا	چہرے کا رنگ	{	چہرے کا رنگ	بے چین
قیاس	-	Face becoming pale	اُڑنا		Assumption, guess	اندازہ
چاندنی	-	Sin	گناہ	-	White sheet	سفید چادر
ادھیر بن	-	Cruel	برَا	-	Thinking	غور و فکر
سکنی	-		دُشٹ		Latch	دروازے کی بُلی، چھنٹی

مشقی سرگرمیاں

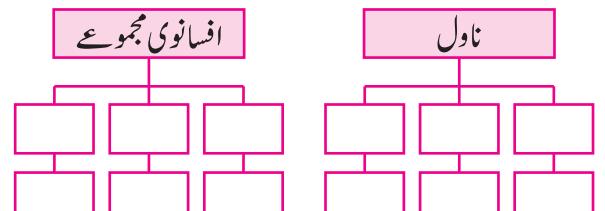
- ♦ کیشو کے شیاما کو ڈانتنے کی وجہ لکھیے۔
- ♦ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔
- ۱۔ شیاما کہتی کیوں بھیا بچ نکل کر پھر سے اڑ جائیں گے (مناسب علاماتِ اوقاف لگا کر جملہ دوبارہ لکھیے)
- ۲۔ شیاما مال کی آنکھ بچا کر منکے سے چاول نکال لائی۔ (جملے سے اسم عام اور اسم خاص الگ کر کے لکھیے)
- ۳۔ کیوں رے کیشو! تو وہاں پہنچا کیسے؟ (جملے کی قسم پہنچانیے)
- ۴۔ اہا! تین جانیں لے لیں دشمن نے۔ (جملے کی قسم لکھیے)
- ۵۔ کیشو کمرے سے جا کر ایک اسٹول اٹھا لایا۔ (جملے میں فاعل، مفعول، فعل کی نشاندہی کیجیے)
- ۶۔ بار بار اُس کا دھیان اُدھر چلا جاتا۔ (خط کشیدہ لفظ کی قسم پہنچانیے)

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق
مکمل کیجیے۔

♦ جان پہچان کی مدد سے ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔



♦ پریم چند کی کتابیں



- ♦ کیشو اور شیاما کے دل میں اٹھنے والے سوالات لکھیے۔
- ♦ چڑیا کے بچوں کے چارے سے متعلق کیشو اور شیاما کے حل

- ۶۔ انہوں نے انڈوں کو چھیڑا تھا۔
- ذیل میں دیے ہوئے جملوں کے خط کشیدہ الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- ۱۔ دونوں بچے بے تاب ہو اٹھے۔
 - ۲۔ شیاما مکی آنکھ بچا کر منکے سے چاول نکال لائی۔
 - ۳۔ بچوں کی آنکھوں میں نیند کہاں؟
 - ۴۔ کیشو دل میں کانپ رہا تھا۔
 - ۵۔ اس کے پہرے کارنگ اُڑ گیا۔

سرگرمی/منصوبہ

اسکول میں ہونے والی کسی تقریب یا بزمِ ادب کے پروگرام میں اپنے بچپن کے کسی مزے دار واقعہ کو سنائیے۔

- ❖ کیشو اور شیاما کی جانب سے انڈوں کی حفاظت کے لیے کیے گئے اقدامات لکھیے۔
 - ❖ کیشو اور شیاما پر ماں کے غصے کی وجہ لکھیے۔
 - ❖ انڈے گر کر ٹوٹ جانے پر ماں کے تاثرات بیان کیجیے۔
 - ❖ شیاما کی کیشو سے ناراضگی کی وجہ لکھیے۔
 - ❖ درج ذیل جملوں میں ماضی، حال اور مستقبل کے زمانے کو پہچانیے اور وہ میں زمانے کا نام لکھیے۔
- ۱۔ کارنس کے اوپر چڑیا نے انڈے دیے تھے۔
 - ۲۔ کیوں بھیتا! بچے نکل کر پھر سے اُڑ جائیں گے۔
 - ۳۔ دونوں وہاں دھوپ میں کیا کر رہے ہو۔
 - ۴۔ بھیتا! انڈے تو یونچے پڑے ہیں۔
 - ۵۔ دیکھ لینا! میں کہہ دوں گی۔

عملی قواعد

استفہامیہ جملہ (Interrogative sentence)

سبق میں کیشو اور شیاما ایک دوسرے سے طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں جیسے:

- ❖ انڈے کس رنگ کے ہوتے ہیں؟
- ❖ کتنے ہوں گے؟
- ❖ ان میں سے بچے کس طرح نکل آئیں گے؟
- ❖ بچوں کے پر کیسے نکلیں گے؟
- ❖ گھونسلا کیسا ہو گا؟

یہ سوالات بھی جملے ہیں۔ ان میں کچھ باتیں پوچھی گئی ہیں یعنی سوال کیے گئے ہیں۔ جس جملے میں کوئی بات پوچھی جائے یا کسی اسم کے بارے میں سوال کیا جائے تو ایسے جملے کو **سوالیہ/ استفہامیہ جملہ** (Interrogative sentence) کہتے ہیں۔ ایسے جملے کے خاتمے پر سوالیہ نشان (?) لگایا جاتا ہے۔ استفہامیہ جملوں میں کچھ الفاظ ضرور استعمال کیے جاتے ہیں جیسے کیوں، کیا، کیسے، کتنے، کہاں، کب وغیرہ

- ❖ ذیل میں دیے ہوئے جملوں کو استفہامیہ جملوں میں تبدیل کیجیے۔

- ۱۔ کارنس کے اوپر ایک چڑیا نے انڈے دیے تھے۔
(کہاں، کس نے)
- ۲۔ کیشو اور شیاما بڑے غور سے چڑیا کو آتے جاتے دیکھا کرتے۔ (کون، کیسے، کسے)
- ۳۔ کیشو کمرے سے جا کر ایک اسٹول اٹھا لایا۔
(کون، کہاں سے، کیا)



پہلی بات : اس دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جوانپی راحت اور آرام ہی کو اہم سمجھتے ہیں اور جب انھیں کچھ ایسی چیزیں مل جائیں جن پر وہ فخر کر سکیں تو دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مگر اچھے انسان وہ ہیں جو دوسروں کے لیے راحت اور آرام کا سامان مہیا کرنے کے لیے قربانیاں دیتے ہیں، خواہ انھیں تکفیں کیوں نہ سنی پڑے۔ سبق گرم شال، میں ایسی ہی ایک مشابی معلمہ کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

جان پچاہن : صالح عبدالحسین ۱۸ اگست ۱۹۱۳ء کو پانی پت میں پیدا ہوئیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے انھوں نے ادیب فاضل اور میرٹ کا امتحان پاس کیا۔ صالح عبدالحسین نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ علم و ادب کا گھوارا تھا۔ وہ مولانا الطاف حسین حاملی کی پوتی تھیں۔ ان کے بھائی خواجہ غلام السید یعنی مشہور ماہر تعلیم تھے۔ مشہور ادیب عبدالحسین ان کے شوہر تھے۔ صالح عبدالحسین نے پچاس سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں آٹھ ناول، مضمایں اور کہانیوں کے مجموعے شامل ہیں۔ انھوں نے میر انبیّ کے مرثیے دو جلدیوں میں مرتب کیے۔ ’عذر، اپنی اپنی صلیبیں، ساتواں آنگن‘ (ناول)، ’سفر زندگی‘ کے لیے، سوز و ساز‘ (سفرنامہ) ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ رجنوری ۱۹۸۸ء کو وہ دہلی میں انتقال کر گئیں۔

”اے کام تو میں نے سب ختم کر لیا۔ اب تیار ہو جاؤں جا کر؟“ نفیسه نے چہک کر کہا۔ ”ہاں بچی تھے دیرینہ ہو جائے۔“ مان نے آہستہ سے کہا۔ جب سے وہ بیمار پڑی تھی نفیسه کی آواز میں یہ چہک نہ سنی تھی، چہرے پر یہ مسرت نہ دیکھی تھی۔ شکر ہے، اب ان کا بخار ٹوٹا تو بچی کی فکر بھی دور ہو گئی اور گھر کے کاموں کا سارا بار جو اس پر اتنا اس کا بوجھ بھی کم ہو گیا۔ نفیسه نے ابھی پچھلے مہینے ہی تو بڑی مشکل سے مان سے اجازت لے کر پڑوں کے اسکول میں کام شروع کیا تھا۔ یہ نبا قدم انھوں نے کتنی بچکچاہٹ، کتنے تردد کے بعد اٹھایا۔ میرضامن علی کی پڑپوتی... جن کی سو گاؤں کی زمینداری تھی، نوکری کرے؟ وکیل صاحب کی لاڈی، اکلوتی بیٹی روٹی کھانے کے لیے دوسروں کی چاکری کرے؟ آج ان کے میاں زندہ ہوتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ جوان لڑکا اگر بیوی کو لے کر الگ نہ ہو گیا ہوتا تو... الہی تو نے اسی دن کے لیے مجھے زندہ رکھا تھا؟ یہ سب سوچ کر ان کا دل بھر آیا مگر انھوں نے بہت ضبط کیا۔ بیٹی کے سامنے وہ کبھی آنکھ سے آنسو نہیں نکالتی تھیں... ”جار ہی ہو میری لال... دیرینہ کرنا۔“

”نہیں امی، بس چھٹی ہوتے ہی بھاگتی ہوں میں تو۔“ نفیسه جانے کو مرڑی پھر رُک گئی۔ کھدڑ کی قمیص اور لٹھنے کی شلوار پر اس نے مان کی کئی سال پرانی شال لپیٹ رکھی تھی۔ ”کیسی لگ رہی ہوں امی جی میں؟“ مسکرا کر اس نے کہا تو اس کی مسکراہٹ کی چھوٹ مان کے لبوں پر بھی پڑ گئی ”ماشاء اللہ، ماشاء اللہ! ہزاروں میں ایک۔“ نفیسه ہنسی ”مان کی نظر!“ اور تیزی سے باہر چلی گئی۔

کوئی مدد کرنے نہ آیا۔ اعتراض کرنے کے لیے کنبے برادری والے موجود ہو گئے۔ وہ تو بھلا ہورام چندر دادا کا جنہوں نے اسے کام دلایا۔ خود انھیں سمجھایا کہ محلے ہی میں اسکول ہے... پھر یہ تو غریب بچوں کے لیے کھولا گیا ہے۔ اپنی بھی مدد اور دوسروں کی بھی... کیسے ہمدرد اور شریف ہیں رام دادا... اور ایک یہ عزیز رشتہ دار ہیں... وہ کس کس کے آگے روناروئیں کہ جب اپنے ہاتھ پاؤں اور بینائی جواب دے رہی ہے اور جوان بیٹا نالائق نکل گیا تو کیا کریں؟ جس بیٹے کو انہوں نے ہزاروں دکھا کر پالا، دن کو دن نہ سمجھا، رات کورات نہ جانا، راتوں کو سوٹر بنے، دنوں میں سلانیاں کیں، اچار اور چنیاں بنا کر پیچیں اور اسے بی۔ اے، ایل۔ بی کرایا۔ باپ کا جانشین بنے گا میر الادلا... اور اسی نے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر، بیاہ رچا کر، اپنا گھر الگ بسالیا۔ بیوی کو ساس نند کے پاس رہنا پسند نہیں... اپنا سونا کھوٹا، تو پر کھنے والے کا کیا دوش... الہی! میری بچی کی ہزاروں برس کی عمر ہو... وہ تو اب میرا بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی... کتنی خوش ہے اس سوروپے کی نوکری سے جیسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو میری بچی کو...“

کچھ دن سے رضیہ بی دیکھ رہی تھیں کہ نفیسه ادھر کچھ چپ چپ سی رہتی ہے یا آنکھوں کی وہ چمک، آواز کی وہ چمک جو شروع میں نظر آتی تھی، اب کم ہو گئی ہے اور وہ کسی سوچ میں، کچھ حسرت کے سے عالم میں رہتی ہے۔ پہلے ماں سمجھنے سکی کہ کیا بات ہے مگر پھر غور کرنے پر بات ان کی سمجھ میں آگئی۔

شام کو نفیسه آئی تو اس کی آنکھیں لال تھیں۔ ماں گھبرا گئیں۔ انہوں نے پوچھا، ”کیا ہوا بیٹی؟“ نفیسه نے روہانی آواز میں کہا، ”وہ امی... وہ کنول اور شکلیہ ہے نا، انہوں نے آج میری شال اور سوٹر پر فقرے کے اور...“

”کیوں؟ تیری شال اور سوٹر سے انھیں کیا مطلب؟“

”امی وہ امیر ہیں نا، کئی کئی سوکی شالیں، ولا یتی کوت اور سوٹر پہن کر آتی ہیں۔ انہوں نے سارے اسکول کے اسٹاف کو احساسِ کمتری میں بتلا کر دیا ہے۔“ رضیہ بی کا چہرہ اُتر گیا۔ اچانک نفیسه کو بھی احساس ہوا کہ اس کے منہ سے وہ بات نکل گئی ہے جو اسے کہنی نہیں چاہیے تھی۔ اس نے فوراً امی کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا، ”چھوڑو امی! مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ جلدی سے کچھ کھانے کو دو۔“ اس وقت تو بات آئی گئی ہو گئی مگر روز صح سرد ہوا میں نفیسه سوٹر کے بٹن بند کرتی اور پرانی شال کو کس کر لپیٹ لیتی اور چلی جاتی تو ماں کا دل کوئی اندر سے یوں مسل ڈالتا جیسے وہ اب دھڑک نہ سکے گا... وہ سوچ رہی تھیں، نفیسه کی پہلی تنخواہ میں سے سب سے پہلے اس کے لیے ایک شال اور سوٹر کا اون آئے گا۔ اب بھی وہ بُن تو سکتی ہیں۔

”امی! اب میں دوسری کلاس کو پڑھا رہی ہوں۔ ہیڈ مسٹر لیں اور رام دادا دونوں میرے کام سے بہت خوش ہیں!“

ایک دن نفیسه نے ماں کو بتلا یا۔

”بیٹی! خدا انھیں نیک کام کی جزادے اور تجھے خوش رکھے۔ تیری خوشی میں میری زندگی ہے۔“ ماں نے درد اور محبت بھرے لمحے میں کہا۔

”امی! میرے بچے بڑے اچھے ہیں۔ دو تین کے سوا سب ذہین ہیں اور امی، میرے بچے مجھ سے بہت محبت کرتے

ہیں۔ میری ہربات مان لیتے ہیں مگر...، وہ بات کرتے کرتے افسردہ ہو گئی۔

”مگر... وہ کیا بات ہے۔ تو روہنسی کیوں ہو رہی ہے؟“

”امی، ان میں سے بعض بچے بہت غریب ہیں۔ اتنے غریب کہ یونیفارم تک نہیں بناسکتے۔ کئی بڑیاں تو پرانے کرتوں پر پھٹے دوپٹے لپیٹ کر آتی ہیں۔“

”ہاں میری بچی...، ٹھنڈا سالن لے کر ماں نے اپنی سوتی شال بیمار ہڈیوں کے گرد لپیٹ لی۔“ ابھی ہمارے ہاں بہت غربتی ہے۔“

مہینے کی تیسرا تاریخ کو نفیسے خوش خوش آئی اور ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر سوروپے ان کے قدموں میں رکھ دیے۔

”امی، رامدادا نے کہا ہے، دو تین مہینے بعد وہ میری تجوہ بڑھادیں گے۔“ ماں نے بیٹی کو گلے لگایا۔ ”تو سچ مجھ میری بیٹی نہیں میرا بیٹا ہے۔ اب جلدی سے بازار جا اور اس میں سے اپنے لیے ایک گرم شال اور دو کرتوں کا کپڑا خرید لائیو۔“

”مگر امی گھر کا خرچ...؟“

”ارے گھر کا خرچ جیسے آج تک چلا اس مہینے میں بھی چل جائے گا...“ محبت بھری نظرؤں سے ماں نے بیٹی کو دیکھا اور وہ نہستی، پنجوں کے بل ناچتی اپنی سیہلی سرلا کے پاس شام کی شانگ کا پروگرام بنانے چلی گئی۔

سورج چھپ چکا تھا۔ نفیسہ اب تک واپس نہ آئی تھی۔ رضیہ بی کے دل میں نکھے لگے ہوئے تھے اور جب نفیسہ نے کئی تھیلے لا کر ماں کے سامنے ڈھیر کر دیے تو انہوں نے غصے سے کہا، ”اتنی دیر کیوں کر دی؟ میں فکر کے مارے مری جا رہی تھی۔“

”ارے امی! وہ بسوں کا جو چکر تھا۔ آپ تو جانتی ہی ہیں...“ یہ کہہ کر اس نے سب سے اوپر والا تھیلا کھولا اور ایک بڑی سرمنی رنگ کی اونی اور سوتی دھاگے کی مکس بنی شال ماں کے کندھوں پر ڈال دی۔

”امی، ناپسند نہ کیجیے گا۔ نہیں تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔“ انہوں نے شال کو پھیلا کر دیکھا، چوما اور سر پر ڈال لیا۔ ”بہت اچھی اور گرم ہے۔ اور تیری شال اور سوتھر؟“ باقی تھیلے نفیسہ نے پلنگ پر الٹ دیے۔ بہت سستی گھرے سبز رنگ کی کوئی دو پونڈ اون اور اسی رنگ کا کچھ کھدر...“ اری یہ کیا اٹھالا تی؟“ ماں نے کچھ جیرانی اور غصے سے بیٹی کی طرف دیکھا۔ ”امی جی! میری کلاس کے کچھ بچے بہت غریب ہیں۔ میں یہ اون اور کھدر ان کے واسطے لائی ہوں۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تیرے پیسے ہیں جیسے چاہو خرچ کرو۔“ اس کی آواز میں خوف بھی تھا اور خوشامد بھی۔

ماں کچھ دیر جوان بیٹی کا منہ تکتی رہی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔ اُمگلوں، آرزوؤں، شوق اور خواہشوں کی یہ عمر اور یہ ایثار! بھرے گلے سے وہ اتنا ہی کہہ سکیں، ”مگر... مگر تیری شال نفیسہ...“

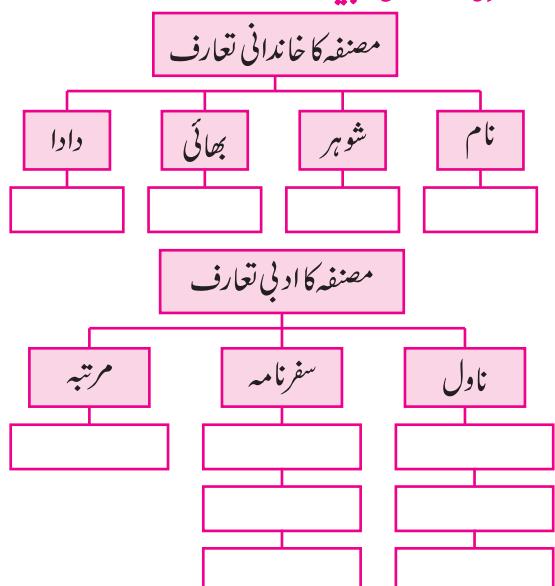
”میری شال؟ ارے امی جی پیاری! میری اس شال سے زیادہ حسین شال کس کے پاس ہے بھلا۔ دیکھیے۔ اس میں مامتا کا حسن، محبت و خلوص کا رنگ ہے۔ محنت اور جفا کشی کی گرمی ہے اور ماں کی محبت کا تانا بانا۔“ نفیسہ نے اپنی ماں کی پرانی شال کو اپنے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔ زور سے ماں کو بھی لپٹا لیا ”میری پیاری امی۔“

معانی و اشارات

Foreign	غیر ملکی	-	ولایت	-	تردد
	خود کو دوسروں سے کمتر خیال کرنا	{	احساس	-	چاکری
Inferiority complex			کمتری	-	دل بھرا آنا
To be sorrow	اُداس ہونا	-	چہرہ اُترنا	-	کھدر
Boon	نیکی کا بدلہ	-	جزا	-	لٹھا
Sad	غمگین، اُداس	-	افسردہ	-	بینائی
	دل میں سکھے	{	دل کا زور زور سے دھڑکنا	Complain	رونا رونا
Quick heartbeat	لگے ہونا	-	Error	-	دوش
	اپنے فائدے سے دوسرے کے فائدے کو	-		{	قارون کا
Beneficence	اویلت دینا	-			خزانہ مل جانا
					- پوری نہ ہونے والی آرزو
					Unfulfilled wish

مشقی سرگرمیاں

سبق کو غور سے پڑھیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مصنفہ کے خاندانی تعارف اور ادبی تعارف کے لیے ذیل کا شجری خاکہ مکمل کیجیے۔



- نفیسہ کے چپ چپ رہنے، آنکھوں کی چمک مدم پڑ جانے کا سبب لکھیے۔
- رضیہ بی کا کنبے برادری والوں کے مقابلے میں رام چندر دادا کا احسان ماننے کی وجہ بیان کیجیے۔

♦ ذیل کی شخصیات سے صالح عبدالحسین کا رشتہ لکھیے۔

- ۱۔ الطاف حسین حالی
- ۲۔ خواجہ غلام السیدین
- ۳۔ عبدالحسین

♦ درج ذیل شخصیات کے پیشہ لکھیے۔

- ۱۔ نفیسہ کے دادا میرضامن علی
- ۲۔ نفیسہ کے والد
- ماں کی شال سے متعلق نفیسہ کے بیان سے مناسب لفظ لکھیے۔
- نوکری کروانے کے فیصلے کے پیشے والدہ کی مجبوریاں تحریر کیجیے۔
- نفیسہ کے چمک کر بات کرنے کی وجہ بیان کیجیے۔
- وقت پر مدد کے بارے میں رضیہ بی کے تاثرات قلمبند کیجیے۔

تحریری سرگرمی

میری ماں، اس عنوان پر دس سطروں کا مضمون لکھیے۔

عملی قواعد

امریہ جملہ (Imperative sentence)

آپ یہ جملے پڑھ چکے ہیں، انھیں دوبارہ غور سے پڑھیے۔
۱۔ دیرنہ کرنا۔

۲۔ چھوڑو اُمی! مجھے بہت بھوک لگی ہے۔

۳۔ اُمی، ناپسند نہ کیجیے گا۔

۴۔ اپنے لیے ایک گرم شال خرید لائیو۔

ان جملوں میں دیرنہ کرنا، چھوڑو، ناپسند نہ کیجیے، خرید لائیو، سے کسی بات یا کام کا حکم یا انجام کا پتا چل رہا ہے۔ ایسے جملوں میں فعل کی اہمیت ہوتی ہے۔ جس فعل سے کسی بات کا حکم دیا جائے یا درخواست اور نصیحت کی جائے، اس فعل کو امر (order) کہتے ہیں اور جس جملے میں کام کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اسے امریہ جملہ (imperative sentence) کہتے ہیں۔

بتائیے کہ ذیل کے جملوں میں کون سا امریہ فعل استعمال ہوا ہے۔ (حکم، درخواست، نصیحت، انجام)

۱۔ مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجیے۔

۲۔ کیا آپ میری بات سنیں گے؟

۳۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

۴۔ بزرگوں کی عزّت کرو۔

- ❖ کنوں، شکیلہ اور نفیسہ کے مشاہدے اور سوچ میں فرق کی وضاحت کیجیے۔

- ❖ پہلی تنوہ سے متعلق رضیہ لی اور نفیسہ کے منصوبے تحریر کیجیے۔

- ❖ نفیسہ کے مطابق والدہ کی دی ہوئی شال کی خصوصیات قلم بند کیجیے۔

- ❖ کہانی کے پیغام پر چار سطروں تحریر کیجیے۔

- ❖ اسکول میں آپ کے ساتھ یا آپ کے ساتھی / سہیلی کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہو تو اسے مختصرًا لکھیے۔

- ❖ سبق سے اپنی پسند کے چار محاوروں کے لیے انگلش idioms تلاش کر کے لکھیے۔

- ❖ سبق میں شامل اسم خاص تلاش کیجیے اور انھیں لغوی ترتیب (Alphabetical order) میں تحریر کیجیے۔

- ❖ درج ذیل جملوں میں خط کشیدہ لفظوں کی جگہ ان کی ضد استعمال کر کے جملے دوبارہ ایسے لکھیے کہ جملے کے معنی تبدیل نہ ہو۔ جیسے:

میرے بچے مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

میرے بچے مجھ سے نفرت نہیں کرتے۔

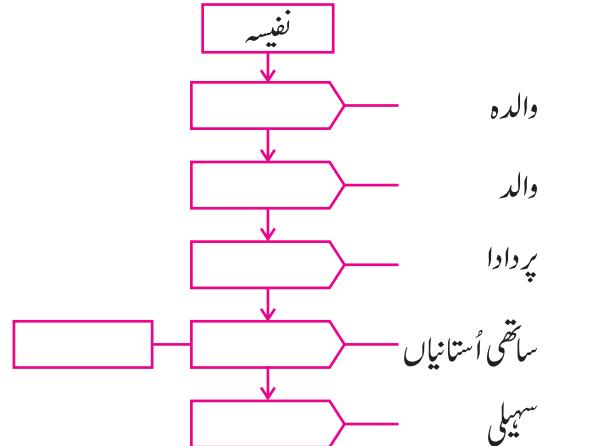
۱۔ اُمی! ناپسند نہ کیجیے گا۔

۲۔ اُمی! وہ امیر ہیں۔

۳۔ دونوں میرے کام سے خوش ہیں۔

۴۔ بعض بچے غريب ہیں۔

❖ رواں خاکہ مکمل کیجیے۔





۱۰۔ ہمارے مہرباں

سجاد حیدر یلدرم

پہلی بات : دوستوں کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سچا دوست وہ ہے جو مصیبت میں کام آئے۔ یہ حق ہے کہ انسان مصیبت کے وقت انھی لوگوں کو یاد کرتا ہے جو اس سے قریب ہوتے ہیں۔ دوست ہمارے ہمدرد، ہم راز اور مددگار ہوا کرنے ہیں لیکن بعض اوقات نادان دوست ہمارے لیے مصیبت بھی بن جاتے ہیں۔ غالبہ نے کہا تھا، ”دوست نادان کی ہے جی کا زیاد ہو جائے گا۔“ ذیل کے مضمون میں سجاد حیدر یلدرم نے اپنے دوستوں کے متعلق چند واقعات دلچسپ انداز میں بیان کیے ہیں۔

جان پہچان : سجاد حیدر یلدرم ۱۸۸۰ء میں نہThor، ضلع بجور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سید سجاد حیدر تھا۔ علی گڑھ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ ڈپٹی فکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پھر ۱۹۳۰ء میں جزاً اندمان کے روئینوں کمشن مقرر ہوئے۔ سجاد حیدر یلدرم ادب لطیف کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں انسانیت کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کے مضامین اور افسانوں پر مغربی ادب کے اثرات حاوی ہیں۔ سجاد حیدر یلدرم نے ترکی ڈراموں اور ناؤلوں کے ترجمے بھی کیے۔ خیالستان اور ”جمالستان“ ان کے افسانوںی مجموعے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

میرے دوست احمد مرزا ہیں جنہیں میں بھڑکھڑیا دوست کہتا ہوں۔ یہ نہایت معقول آدمی ہیں اور میری ان کی دوستی نہایت پرانی اور بے تکلفی کی ہے مگر حضرت کی خلقت میں یہ داخل ہے کہ دو منٹ نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ جب آئیں گے شور مچاتے ہوئے، چیزوں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے۔ غرض کہ ان کا آنا بھونچال کے آنے سے کم نہیں ہے۔ جب وہ آتے ہیں تو میں کہتا ہوں، ”کوئی آرہا ہے، قیامت نہیں ہے۔“ ان کے آنے کی مجھے دور سے خبر ہو جاتی ہے باوجود یہ کہ میرے لکھنے پڑھنے کا کمرہ چھٹ پر ہے۔ اگر میرا نوکر کہتا ہے کہ ”میاں اس وقت کام میں بہت مشغول ہیں۔“ تو وہ فوراً چیننا شروع کر دیتے ہیں کہ ”کم بخت کو اپنی صحت کا بھی تو کچھ خیال نہیں (نوکر کی طرف مخاطب ہو کر) خیراتی! کب سے کام کر رہے ہیں؟“ ”بڑی دیر سے۔“

”تو بہ تو بہ! اچھا بس میں ایک منٹ ان کے پاس بیٹھوں گا۔ مجھے خود جانا ہے۔ چھٹ پر ہوں گے نا؟ میں پہلے ہی سمجھتا تھا،“ یہ کہتے ہوئے وہ اوپر آتے ہیں اور دروازے کو اس زور سے کھولتے ہیں کہ گویا کوئی گولہ آ کے لگا (آج تک انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا نہیں) اور آنندھی کی طرح داخل ہوتے ہیں۔

”اہاہا! آخر تھیں میں نے پکڑ لیا مگر دیکھو دیکھو، میری وجہ سے اپنا لکھنا بند مت کرو۔ میں حرج کرنے نہیں آیا۔ خدا کی پناہ! کس قدر لکھ ڈالا ہے۔ کہو طبیعت تو اچھی ہے؟ میں تو صرف یہ پوچھنے آیا تھا۔ واللہ! مجھے کس قدر خوشی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں میں ایک شخص ایسا ہے جو مضمون نگار کے لقب سے پکارا جاسکتا ہے۔ لوأب جاتا ہوں، میں بیٹھوں گا نہیں۔ ایک منٹ نہیں ٹھہر نے کا۔ تمہاری خیریت دریافت کرنی تھی، خدا حافظ!“ یہ کہہ کے وہ نہایت محبت سے مصافحہ کرتے ہیں اور

اپنے جوش میں میرے ہاتھ کو اس قدر دبادیتے ہیں کہ انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے اور میں قلم نہیں پکڑ سکتا۔ یہ تو علیحدہ رہا، اپنے ساتھ میرے کل خیالات کو بھی لے جاتے ہیں۔ خیالات کو جمع کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر اب وہ کہاں؟ اور دیکھا جائے تو میرے کمرے میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں رہے، تاہم وہ اگر گھنٹوں رہتے تو اس سے زیادہ نقصان نہ کرتے۔ کیا میں انھیں چھوڑ سکتا ہوں؟ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ میری اور ان کی دوستی بہت پرانی اور وہ مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں، تاہم میں انھیں چھوڑ دوں گا۔ ہاں چھوڑ دوں گا... اگرچہ کلیج پر پھر رکھنا پڑے گا۔

اور لیجیے، دوسرے دوست محمد تحسین ہیں۔ یہ بال بچوں والے صاحب ہیں اور رات دن انھی کی فکر میں رہتے ہیں۔ جب کبھی ملنے آتے ہیں تو تیرے پھر کے قریب آتے ہیں، جب میں کام سے تو فارغ ہو چکتا ہوں لیکن اس قدر تھکا ہوا ہوتا ہوں کہ دل پہی چاہتا ہے کہ ایک گھنٹا آرام کر سی پر خاموش پڑا رہوں مگر تحسین آئے ہیں اور ان سے ملنا ضروری ہے۔ ان کے پاس باتیں کرنے کے لیے، سوائے اپنی بیوی بچوں کی بیماری کے کوئی مضمون ہی نہیں۔ میں کتنی ہی کوشش کروں مگر وہ اس مضمون سے باہر نہیں نکلتے۔ اگر میں موسم کا ذکر کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں ہاں بڑا خراب موسم ہے، میرے چھوٹے بچے کو بخار آگیا، بخصلی لڑکی کھانسی میں بنتا ہے۔ اگر پولیٹکس یا لڑپچر کے متعلق گفتگو شروع کرتا ہوں تو تحسین صاحب فوراً معذرت پیش کرتے ہیں کہ بھائی آج کل گھر بھر بیمار ہے، مجھے اتنی فرصت کہاں کہ اخبار پڑھوں۔ اگر کسی عام جلسے میں آتے ہیں تو اپنے لڑکوں کو ضرور ساتھ لیے ہوتے ہیں اور ہر ایک سے بار بار پوچھتے رہتے ہیں کہ ”طبیعت تو نہیں گھبرا تی؟ پیاس تو نہیں معلوم ہوتی؟“، کبھی کبھی بغض دیکھ لیتے ہیں اور وہاں بھی کسی سے ملتے ہیں تو گھر کی بیماری ہی کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک صاحب ہیں جو مجھ سے کبھی نہیں ملتے مگر جب آتے ہیں، میں ان کا مطلب سمجھ جاتا ہوں۔ یہ حضرت ہمیشہ قرض مانگنے کے لیے آتے ہیں اور ایسے وقت آتے ہیں جب میں باہر جانے والا ہوتا ہوں۔ ایک صاحب ہیں جو مجھ سے ملتے ہی کہتے ہیں، ”میاں! عرصے سے میرا دل چاہتا ہے تمہاری دعوت کروں۔“ مگر کبھی اپنی خواہش پوری نہیں کرتے۔ ایک دوست ہیں؛ وہ آتے ہی سوالات کی بوچھار کر دیتے ہیں۔ جب میں جواب دیتا ہوں تو متوجہ ہو کر نہیں سنتے یا اخبار اٹھا کر پڑھنے لگتے ہیں یا گانے لگتے ہیں۔ ایک صاحب ہیں جو جب آتے ہیں، اپنی ہی کہے جاتے ہیں، میری نہیں سنتے۔

یہ سب میرے عنایت فرم اور خیر طلب ہیں مگر اپنی طبیعت کو کیا کروں، صاف صاف کہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک سے کہہ سکتا ہوں، ع: مجھ پر احسان جو نہ کرتے تو یہ احسان ہوتا

اب چونکہ میں نے یہ حال لکھنا شروع کر دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اور احباب کے متعلق اپنے دلی خیالات ظاہر کروں۔ دروازے پر ایک گاڑی آکے رکی ہے، میں سمجھ گیا کہ کون صاحب تشریف لارہے ہیں۔ میں ان کی شکایت نہیں کرنے کا کیونکہ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تین گھنٹے سے میں یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ کسی کرم فرمانے کرم نہیں فرمایا اس لیے اس کے شکریے میں میں اس مضمون کو اسی ناتمام حالت میں چھوڑتا ہوں اور اپنے دوست کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

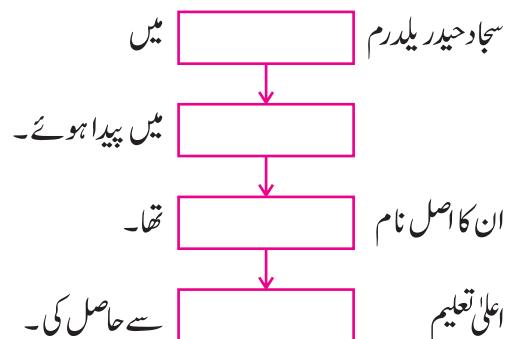
”آئیے، آئیے۔ مزاج عالی... بہت دن بعد تشریف لائے۔“

معانی و اشارات

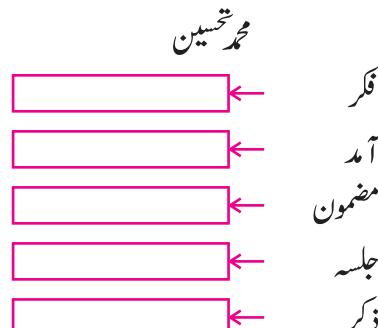
God save	اللہ بچائے - خدا کی پناہ	Talkative	- بکواسی، با تو نی
Heavy heartedly	بہت برداشت کرنا کلیج پر پھر رکھنا	To be eager, restless	- چین سے نہ بیٹھنا
Excuse	معاذت - معاذ	Nature	- عادت
Benevolent	عنایت فرما - مہربانی کرنے والا	Earthquake	- زلزلہ
Well-wisher	خیر طلب - بھائی چاہنے والا	Hindrance	- آڑچن
		Middle	- درمیانی
			- منجلی

مشقی سرگرمیاں

- ❖ سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔
- ❖ مصنف کے دوسرے دوست کا نام اور پسندیدہ مضمون لکھیے۔
- ❖ موسم اور پالیکس کے موضوع پر مصنف کے دوسرے دوست کا رد عمل بیان کیجیے۔
- ❖ مصنف کے تیرے دوست کی دوستی کا مطلب لکھیے۔
- ❖ مصنف کے دوستوں کی خصوصیات تحریر کیجیے۔
- ❖ مضمون 'میرے دوست' سے متعلق مصنف کا تاثر قلم بند کیجیے۔
- ❖ سبق سے انگریزی الفاظ نقل کر کے انگریزی رسم خط میں لکھیے۔
- ❖ مضمون میں کل مذکور دوستوں کی تعداد لکھیے۔
- ❖ مصنف کے دوستوں کے لیے استعمال کیے گئے صفائی نام تحریر کیجیے۔
- ❖ خیراتی کب سے کام کر رہے ہیں تو بہ تو بہ درج بالا جملے میں علامات اوقاف کا استعمال کرتے ہوئے دوبارہ لکھیے۔



- ❖ دوست محمد تحسین سے متعلق خاکہ مکمل کیجیے۔



- ❖ مصنف کے دوست احمد مرزا کے آنے کا انداز لکھیے۔
- ❖ احمد مرزا سے ایک منٹ کی ملاقات کا مصنف کی طبیعت اور خیال پر اثر تحریر کیجیے۔
- ❖ احمد مرزا کے نوکر خیراتی سے کہے جملے اور مصنف سے کہے جملے کے فرق کو واضح کیجیے۔



۱۱۔ ایک خط

پنڈت جواہر لال نہرو

پہلی بات : ادب میں خطوط کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مشہور لوگوں کے خطوط سے نہ صرف ان کی نجی زندگی کا پتا چلتا ہے بلکہ اس دور کے حالات سے بھی واقعیت حاصل ہوتی ہے۔ اندر اگاندھی پنڈت جواہر لال نہرو کی چیزی بیٹی تھیں۔ وہ بیچپن میں مسوروی کے ایک بورڈنگ اسکول میں زیر تعلیم تھیں۔ اس دوران پنڈت نہرو نے انھیں مختلف موقعوں پر کئی خطوط لکھے جو آگے چل کر اپنی بیٹی کو اس کی سالگرہ کے موقع پر نیک خواہشات پیش کی ہیں۔

جان پچان : پنڈت جواہر لال نہرو ۱۸۸۹ء کو والہ آباد میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ٹریننگ کا لمحہ، کیمبرج (انگلستان) سے گریجویشن کیا اور انگلیپول سے بیرونی کی ڈگری حاصل کی۔ ہندوستان لوٹنے کے بعد وہ انڈین نیشنل کانگریس سے وابستہ ہو گئے اور ملک کی آزادی میں انھوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔ وہ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم بنے۔ "The Discovery of India" ان کی مشہور کتاب ہے اور "Towards Freedom" ان کی سوانح ہے۔ ۲۷ مریٹی ۱۹۴۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

نینی سینٹرل جیل، الہ آباد،
26 اکتوبر 1930ء۔

پیاری بیٹی!

تمھیں اپنی سالگرہ کے موقع پر تھے اور نیک خواہشات ملتی ہی رہی ہیں۔ نیک خواہشات کی تو آب بھی کوئی کمی نہیں لیکن میں جیل سے تمھارے لیے کیا تھنہ بھیج سکتا ہوں؟ نیک خواہشات کا تعلق تو دل سے ہے، جیسے کوئی پری تمھیں یہ سب کچھ دے رہی ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں جیل کی اوپنی دیواریں بھی نہیں روک سکتیں۔

تم خوب جانتی ہو کہ مجھے نصیحت کرنے سے کتنی نفرت ہے۔ جب کبھی میرا بھی چاہتا ہے کہ نصیحت کروں تو ہمیشہ اس عقل مند کی کہانی یاد آ جاتی ہے جو میں نے کبھی پڑھی تھی۔ شاید ایک دن تم بھی وہ کتاب پڑھو جس میں یہ کہانی بیان کی گئی ہے:

کوئی تیرہ سو برس گزرے کہ ملک چین سے ایک سیاح علم و دانش کی تلاش میں ہندوستان آیا۔ اس کا نام ہیون سانگ تھا۔ وہ شمال کے پہاڑ اور ریگستان طے کرتا ہوا یہاں پہنچا۔ اُسے علم کا اتنا شوق تھا کہ راستے میں اس نے سیکڑوں مصیبتوں اُٹھائیں اور ہزاروں خطروں کا مقابلہ کیا۔ وہ ہندوستان میں بہت دن رہا۔ خود سیکھتا تھا اور دوسروں کو سکھاتا تھا۔ اس کا زیادہ تر

وقت نالندرہ وڈیا پیٹھ میں گزر اجو شہر پاٹلی پتر کے قریب واقع تھی۔ اس شہر کو اب پڑھ کہتے ہیں۔

ہیون سانگ پڑھ لکھ کر بہت قابل ہو گیا حتیٰ کہ اُس کو فاضلِ قانون کا خطاب دیا گیا۔ پھر اُس نے سارے ہندوستان کا سفر کیا۔ اس عظیم الشان ملک کے باشندوں کو دیکھا بھالا اور ان کے بارے میں پوری معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا سفر نامہ لکھا۔ اس کتاب میں وہ کہانی بھی شامل ہے جو اس وقت مجھے یاد آئی۔

یہ ایک شخص کا قصہ ہے جو جنوبی ہند سے شہر کرنا سونا، میں آیا۔ یہ شہر صوبہ بہار، بھاگل پور کے آس پاس کہیں تھا۔ ہیون سانگ نے سفر نامے میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنے پیٹ کے چاروں طرف تانبے کی تختیاں باندھے رہتا تھا۔ سر پر ایک جلتی ہوئی مشعل رکھتا تھا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لیے ہوئے اس عجیب و غریب انداز میں بڑی شان سے ادھر ادھر گھومتا پھرتا تھا۔ جب کوئی اس سے پوچھتا کہ آخر آپ نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے؟ تو وہ جواب دیتا کہ ”میرے اندر بے حساب علم بھرا ہوا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا پیٹ نہ پھٹ جائے اس لیے میں نے اپنے پیٹ پرتا نبے کی تختیاں باندھ رکھی ہیں۔ اور چوں کہ تم سب لوگ جہالت کے اندر ہیرے میں رہتے ہو، مجھے تم پر ترس آتا ہے اس لیے میں ہر وقت اپنے سر پر مشعل لیے پھرتا ہوں۔“

ہاں، تو مجھے ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ بہت زیادہ علم و حکمت سے پھٹ جاؤں، اس لیے مجھے اپنے پیٹ پرتا نبے کی تختیاں باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میری عقل میرے پیٹ میں نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں بھی ہو اس میں اتنی گنجائش ہے کہ بہت کچھ اور سما سکے۔ اور جب میری عقل محدود ہے تو میں کیسے ایک عقل مند آدمی بن کر دوسروں کو مشورہ دوں اسی لیے میں یہ جانے کی کوشش کرتا ہوں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط، کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ اس بحث مبارکہ سے کبھی کبھی کوئی سچائی نکل آتی ہے۔

اس لیے میں نصیحت نہیں کروں گا۔ پھر کیا کروں؟ خط باتوں کی جگہ نہیں لے سکتا کیونکہ یہ یک طرفہ ہوتا ہے اس لیے میں اگر کوئی بات کہوں اور وہ تم کو نصیحت لگے تو اسے کڑوی گولی سمجھ کر مت نگلو۔ بس یہ سمجھو کہ میں تم کو مشورہ دے رہا ہوں اور گویا ہم تم آمنے سامنے بیٹھے با تین کر رہے ہیں۔

میں نے تم کو لمبا ساخت لکھ ڈالا۔ ابھی بہت سی با تین باقی ہیں۔ اتنی با تین اس خط میں کیسے آسکتی ہیں!

تم بڑی خوش قسمت ہو کہ اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد کو دیکھ رہی ہو۔ تم اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہو کہ ایک بہادر عورت تمہاری ماں ہے۔ اگر تم کو کبھی کسی بات میں شبهہ ہو یا تمحیں کوئی پریشانی ہو تو تم کو اپنی ماں سے بہتر ساختی نہیں مل سکتا۔

خدا حافظ بیٹی! ... میری دعا ہے کہ تم ایک دن بہادر سپاہی بنو اور ہندوستان کی خدمت کرو۔

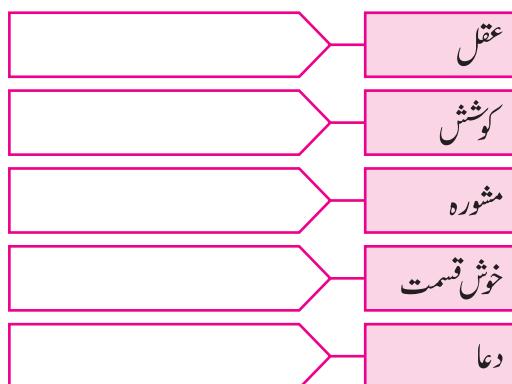
محبت اور نیک خواہشات کے ساتھ

جو اہر لال

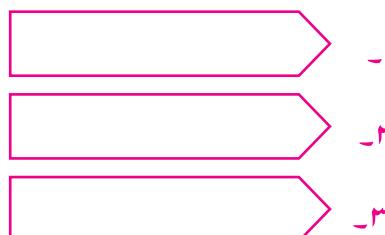
معانی و اشارات

Wisdom	- عقل مندی، دانشمندی	علم و حکمت	- عقل و حکمت	دانش
Capacity	- سماں، جگہ	گنجائش	- سماں، جگہ	نالندہ و دیا پیٹھ
Limited	- حد کے اندر، تنگ	محدود	- حد کے اندر، تنگ	- پرانے زمانے کی ایک یونیورسٹی جو پاتلپورتھی (پٹنہ) کے قریب تھی
Discussion	- بحث و تکرار	بحث مباحثہ	- بحث و تکرار	An old university near Patliputra (Patna)
Struggle	- سخت کوشش	جدوجہد	- سخت کوشش	فاضل قانون - قانون جانے والا Law expert

مشقی سرگرمیاں

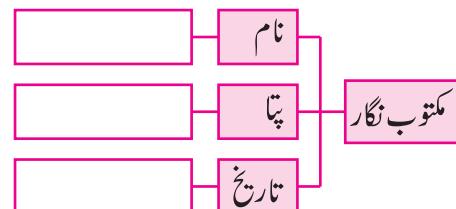


- ❖ نصیحت سے متعلق پنڈت نہرو کے جملے خط سے نقل کیجیے۔
- ❖ شہر کرنا سونا کے عجیب و غریب شخص کا علم سے متعلق دعویٰ لکھیے۔
- ❖ خط کی مدد سے نالندہ و دیا پیٹھ سے متعلق دو جملے تحریر کیجیے۔
- ❖ خط کا مرکزی خیال اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔
- ❖ پنڈت نہرو کی بیٹی اندر اخوش قسم ہے کیونکہ ...

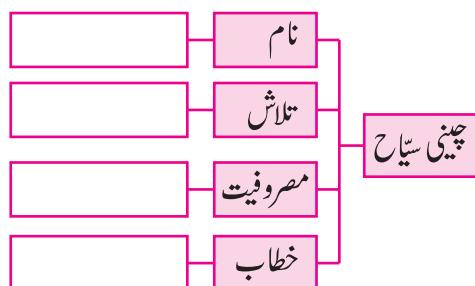


- ❖ نیچے دیے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
- ❖ علم و دانش علم و حکمت صحیح اور غلط

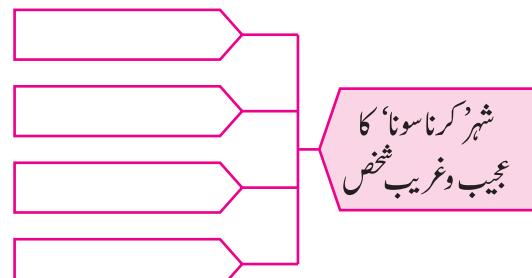
❖ خط پڑھ کر شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



❖ چینی سیاح سے متعلق ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



❖ جزوی ہند سے شہر کرنا سونا، میں آنے والے عجیب و غریب شخص کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



- ❖ درج ذیل الفاظ سے متعلق پنڈت نہرو کے خیالات، خط کی روشنی میں لکھیے۔

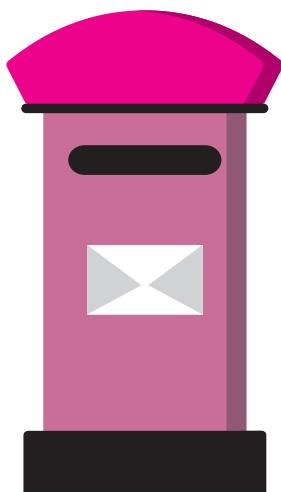


سرگرمی/منصوبہ

- ۱۔ اپنے دوست/سہیلی کو سالگرہ کی مبارکباد کا خط تحریر کیجیے۔
- ۲۔ نیک خواہشات کے لیے پانچ پیغام تحریر کیجیے۔
- ۳۔ یومِ اطفال کے موقع پر اسکول میں ہونے والے جلسے میں پنڈت نہرو کی زندگی کے حالات پر تقریر کیجیے۔

سرسیڈ لاہور خال کے قلم سے

”...میری تمام آرزو یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم اور مذہب کے تمام انسان آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہوں۔ مذہب سب کا بے شک عیاً جدہ ہے مگر اس کے لحاظ سے آپس میں کوئی دشمنی کی وجہ نہیں ہے۔ فرض کرو کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہیں۔ ان میں کوئی کسی کھانے کو پسند کرتا ہے اور کوئی کسی کو۔ مگر اس اختلاف طبائع کی وجہ سے اس دسترخوان پر بیٹھنے والوں کو باہم کچھ رنج نہیں ہوتا۔ اسی طرح دنیا میں مختلف مذہبوں کی وجہ سے مختلف مذہب والوں میں کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میری رائے میں مجبور ہے۔ اس لیے جس چیز کا یقین اس کے جی میں ہے، اس کو وہ اختیار کرے گا۔ وہ یقین دوسروں کے دل میں اثر نہیں کرتا۔ اچھا ہے تو اس کے لیے اور بُرا ہے تو اس کے لیے۔ لیکن آپس کی محبت میں جو انسانوں کی راحت میں سب سے بڑا جز ہے، اس کے کچھ نقصان نہیں آ سکتا۔“



❖ ”عقل مند“ مرکب لفظ ہے۔ عقل+مند=عقل مند

”مند“ لاحقة (suffix) ہے۔ اس کا استعمال کرتے ہوئے دو مرکب الفاظ بنائیے۔

❖ دیے ہوئے الفاظ کی ضد لکھیے۔
نیک، نفرت، مصیبت، محدود، صحیح

عملی قواعد

فجائیہ جملہ (Exclamatory sentence)

ذیل کے جملوں کو پڑھتے ہوئے ان کے لمحے پر غور کیجیے۔

۱۔ اہاہا، آخر میں نے تمہیں پکڑ لیا!

۲۔ واللہ! مجھے کس قدر خوشی ہوئی۔

۳۔ خدا حافظ!

۴۔ ہاں، بڑا خراب موسم ہے!

پہلے جملے سے خوشی کا اظہار ہو رہا ہے (اہاہا)

دوسرے سے خلوص ظاہر ہے (واللہ)

تیسرا فقرہ الوداعی ہے اور چوتھے جملے میں موسم کو برا کہا گیا ہے۔

بات کرتے وقت کچھ جملوں سے خوشی، دکھ، حیرت یا کسی اور جذبے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ایسے جملے کو ”فجائیہ جملہ“ (exclamatory sentence) کہتے ہیں۔

آہا! آپ کب آئے؟

افسوس! تم وہاں موجود نہیں تھے۔

فجائیہ جملوں میں ’ارے، واہ وا، ہائے‘ جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ فجائیہ نشان (!) لگایا جاتا ہے۔

ذیل کے جملوں میں مناسب جگہ پر فجائیہ نشان لگا کر بتائیے کہ ان سے کون سے جذبے کا اظہار ہو رہا ہے۔

۱۔ اے بھائی میری بات سنو

۲۔ ارے واہ تم کب آئے

۳۔ ہائے میں تو برباد ہو گیا



حصہ نظم

۱۔ حمد

داغ دہلوی

پہلی بات : ہم جب زندگی پر غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کائنات میں بے شمار چیزیں ہیں جو نہایت خوب صورت انداز میں پیدا کی گئی ہیں۔ ہمیں یقین آ جاتا ہے کہ تمام چیزوں کا بنانے والا ایک خدا ہے۔ خدا کی ذات قبل تعریف ہے جس نے نہ صرف پوری کائنات بنائی بلکہ وہ تمام جہانوں کا پالنے والا اور نگہبان بھی ہے۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے خوبصورت انداز میں خدا کی حمد و شناختیان کی ہے۔

جان پہچان : نواب مرا خان نام اور داغ تخلص تھا۔ وہ ۱۸۳۱ء میں ولی میں پیدا ہوئے۔ ذوق دہلوی کے شاگرد اور اپنے وقت کے استاد شاعر تھے۔ فتح الملک، بلبل ہندوستان، اور جہاں استاد اون کے خطابات تھے۔ ان کی زبان میں سادگی، بیان میں شوخی اور بالکلپن ہے۔ آنکھ میں داغ، مہتاب داغ، گلزارِ داغ، اور یادگارِ داغ، ان کے دیوان ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک مثنوی ”فریادِ داغ“ کے نام سے بھی لکھی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دل بے مدعہ دیا تو نے
بے طلب جو ملا ، ملا مجھ کو
بے سبب جو دیا ، دیا تو نے
نارِ نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچا دیا تو نے
جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی
مجھ کو اس سے سوا دیا تو نے
مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے
داغ کو کون دینے والا تھا
جو دیا ، اے خدا ! دیا تو نے

خلاصہ :

شاعر خدا کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے خدا! تو نے میرے دل میں اپنی ذات کا یقین اس پچھتگی کے ساتھ بھا دیا کہ میں تیرے سوا سب کچھ بھلا بیٹھا ہوں۔ تو نے میرے دل کو دنیا کی حرص و ہوس سے آزاد کر دیا۔ تیری یہ دین لاکھوں عطاویں سے بڑھ کر ہے۔ تو نے مجھے بن مانگے سب کچھ عطا کر دیا۔ تو نے حضرت ابراہیم کو جلانے کے لیے نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ کو گزار کر دیا اور اپنے دوست کو بچا لیا۔ تو نے میرے گناہوں کو معاف کر دیا اور مجھے عذاب جہنم سے بچایا۔ شاعر آخر میں کہتا ہے کہ اے خدا تیرے سوا مجھے اور کون دینے والا تھا، مجھے جو کچھ ملا ہے تیرے ہی درست عطا ہوا ہے۔

معانی و اشارات

حضرت ابراہیم کے زمانے کا ایک بادشاہ
A king during the period of prophet Ibraheem

Garden

More

Forgive

نمرود

باغ

زیادہ

معاف کرنا

دل بے دعا - وہ دل جس میں کوئی خواہش نہ ہو

Heart without any desire

بے طلب

Fire

- بغیر مانگ

- آگ

مشقی سرگرمیاں

- ♦ دل سے سب کچھ بھلا دیا سے شاعر کی مراد بیان کیجیے۔
- ♦ ذیل کے شعر کا مطلب لکھیے۔
- ♦ مجھ گنہگار کو جو بخش دیا تو جہنم کو کیا دیا تو نے ذیل کے معنی کے لیے نظم سے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔
- ♦ آگ ، باغ ، دوزخ
- ♦ نظم میں مذکور اللہ کی مہربانیوں سے اپنی پسندیدہ مہربانی لکھیے۔
- ♦ حمد کے قافیوں کی فہرست معنی کے ساتھ بنائیے۔
- ♦ اپنی پسند کا شعر نقل کر کے پسندیدگی کی وجہ تحریر کیجیے۔
- ♦ حمد کا مفہوم واضح کیجیے۔
- ♦ نظم میں لفظ دوست، جس شخصیت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، ان کا نام لکھیے۔
- ♦ نظم سے دوسرے عقل کیجیے جو استفہامیہ جملے ہیں۔

- ♦ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا خاکہ کامل کیجیے۔

شاعر سے متعلق معلومات

نام

تناص

جائے پیدائش

استاد کا نام

خطابات

شعری مجموعے

- ♦ شاعر کے لیے اللہ کی دی ہوئی سب سے بہتر چیز کی وضاحت کیجیے۔

- ♦ حمد میں جس واقعہ کا ذکر ہے، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

- ♦ شاعر نے خود کی جن کیمیوں کا ذکر کیا ہے انہیں قلمبند کیجیے۔
- ♦ حمد سے تلمیح والا شعر نقل کیجیے۔



اکبراللہ آبادی

۲۔ لندن کی ہوا

پہلی بات : ایک مشہور کہاوت ہے 'کو اچلا ہنس کی چال، اپنی چال بھی بھول گیا۔' یہ بات انگریزوں کے دور حکومت میں ان کی نقل کرنے والوں پر صادق آتی ہے۔ اس زمانے میں لوگوں نے انگریزوں کے افکار و خیالات اور ہم سہن کے طریقے بڑی تیزی سے اپنائے۔ بلاشبہ انگریزوں نے ہمارے ملک کو بہت سی نئی چیزوں سے روشناس کرایا مگر سکنے کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ ان کی تہذیب کو اپنانے کی دھن میں لوگ اپنی تہذیب اور مذہبی قدروں سے دور ہوتے چلے گئے۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے اسی صورتِ حال پر افسوس ظاہر کیا ہے۔

جان پیچان : اکبر حسین اکبر اللہ آبادی ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ وہ اردو کے مشہور طنز و مزاح نگار تھے۔ انھوں نے غزلیں بھی کہیں اور نظمیں بھی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقليد کو طنز کا نشانہ بنایا اور تعمیری، مقصودی و اصلاحی شاعری کو رواج دیا۔ سلاست، روانی، لطف بیان، طنز و ظرافت ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

کھا کے لندن کی ہوا عہدِ وفا بھول گئے	عشرتی گھر کی محبت کا مزہ بھول گئے
سیک کو چکھ کے سیویوں کا مزہ بھول گئے	پہنچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پرواہ رہی
چمن ہند کی پریوں کی ادا بھول گئے	موم کی پتیوں پر ایسی طبیعت پکھلی
کیا بزرگوں کی وہ سب جود و عطا بھول گئے	نجل ہے اہلِ وطن سے جو وفا میں تم کو
اور یہ نکتہ کہ مری اصل ہے کیا، بھول گئے	نقلِ مغرب کی ترنگ آئی تمہارے دل میں
جب کہ بوڑھے روٹ دین خدا بھول گئے	کیا تعجب ہے کہ لڑکوں نے بھلایا گھر کو

خلاصہ : شاعر نے اس نظم میں اپنے بیٹھے عشرتِ حسین کی شخصیت میں نمایاں ہونے والی تبدیلیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ شاعر اپنے بیٹھے سے کہتا ہے کہ لندن جا کر تم نے اپنے گھر کی محبت کا مزہ بھلا دیا۔ تم ہوٹل میں پہنچے تو تمھیں عید کی پرواہ رہی۔ وہاں کے کیک چکھنے کے بعد تم سیویوں کا مزہ بھول گئے۔ وہاں کی عورتوں کو تم نے اپنے ملک کی عورتوں سے بہتر سمجھا۔ اپنے وطن کے لوگوں سے تمہاری محبت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ تم نے اپنے بزرگوں کی مہربانیوں اور شفقتوں کو بھی فراموش کر دیا۔ مغربی قوموں کی تہذیب تم کو اس قدر پسند آئی کہ تم نے اپنی حقیقت کو نظر انداز کر دیا اور تمھیں یہ بات یاد نہ رہی کہ ہم بہر حال مغربی قوموں سے مختلف ہیں۔ آخر میں شاعر یہ کہتا ہے کہ نوجوانوں نے مغرب کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ملک کو بھلا دیا، اس پر تعجب کیوں کیا جائے جبکہ بزرگ بھی اپنے دین و مذہب سے دور ہو گئے ہیں۔

معانی و اشارات

Craze	- جوش، لہر	ترنگ	British women	موم کی پتلياں - مراد انگریز عورتیں
Ways, tradition	- طریقہ، ڈھنگ	روش	Miserliness	بخل - کنجوی
			Reward	جود و عطا - بخشش، سخاوت، عنایت

مشقی سرگرمیاں

استعارہ (Metaphor)

نظم میں یہ شعر آپ پڑھ چکے ہیں۔
موم کی پتليوں پر ایسی طبیعت پکھلی
چمن ہند کی پریوں کی ادا بھول گئے
اس شعر میں 'موم کی پتليوں' سے انگلستان کی گوری عورتیں
مراد ہیں یعنی عورتوں کو موم کی پتلياں کہا گیا ہے۔

'چمن ہند' سے ملک ہندوستان مراد لی گئی ہے یعنی ہندوستان
کو 'چمن' کہا گیا ہے۔ اسی طرح چمن کی 'پریوں' سے ہندوستانی
عورتیں مراد ہیں۔ یہاں ایک چیز/شخص کو دوسری چیز/شخص کہا گیا
ہے۔

عورتیں - پتلياں/پریاں
ہندوستان - چمن

اس طرح ایک چیز یا شخص وغیرہ کو دوسری چیز یا شخص کہنا
شاعری کی زبان میں 'استعارہ' کہلاتا ہے۔

دوسری مثالیں نویں جماعت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔
سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گستاخ ہمارا
پربت وہ سب سے اوچا، ہم سایہ آسمان کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسبان ہمارا
یہاں ہندوستان کو گستاخ، ہندوستان کے لوگوں کو بلبلیں اور
پربت کو سنتری کہا گیا ہے۔ یہ بھی استعارے ہیں۔

نظم کو غور سے پڑھیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق
حل کیجیے۔

♦ شکی خاکہ مکمل کیجیے۔

مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر
عشرتی نے بھلا دیا

♦ شاعر نے جن چیزوں کا جن چیزوں سے موازنہ کیا ہے،
دونوں کو آمنے سامنے تحریر کیجیے۔

♦ بزرگوں کی عنایات کو بھول جانے کا نتیجہ لکھیے۔
♦ مغرب کی نقائی کا نتیجہ تحریر کیجیے۔

♦ شاعر کو جس بات پر تجبو نہیں ہے، اسے اور اس کی وجہ کو
اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

♦ نظم کے آخری شعر میں آنے والے ضد کے الفاظ لکھیے۔

♦ نظم کے قافیوں میں چار نئے قافیوں کا اضافہ کر کے لکھیے۔

♦ تم اپنے وطن کے لوگوں سے پوری طرح وفادار نہیں ہو۔
نظم سے اس مفہوم کا مصروف تلاش کر کے لکھیے۔

♦ دکھا کے لندن کی ہوا عہدِ وفا بھول گئے سے شاعر کی مراد لکھیے۔
نظم کی مدد سے نقل مغرب کی دو مثالیں لکھیے۔

♦ نظم سے وہ شعر تلاش کر کے لکھیے جس میں شاعر لڑکوں اور
بوڑھوں کے کردار پر افسوس ظاہر کرتا ہے۔



آندرزائن ملّا

۳۔ زمینِ وطن

پہلی بات : ہمارے نبی ﷺ کو ان کے وطن یعنی کوئے کے رہنے والوں نے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ ان کی زیادتیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو خدا نے آپؐ کو کمہ چھوڑ کر مدینہ جانے کا حکم دیا۔ اسے بھرت کہتے ہیں۔ رخصت کے وقت آپؐ نے خاتمة کعبہ کو دیکھ کر فرمایا تھا، ”مجھے تجھ سے بے حد محبت ہے مگر کیا کروں میری قوم مجھے یہاں رہنے نہیں دیتی۔“ اللہ کے رسولؐ کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ ہم جس گھر، محلے، بستی اور علاقے میں رہتے ہیں ہمیں اس سے فطری لگاؤ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر شخص کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے۔ اسے وطن کی ہر چیز خوب صورت نظر آتی ہے۔ ذیل کی نظم وطن کی محبت کے جذبات سے لبریز ہے۔

جان پچان : آندرزائن ملا ۱۹۰۱ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اردو فارسی گھر پر پڑھی۔ انگریزی ادب میں ایم۔ اے کیا۔ انھوں نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور ترقی کرتے ہوئے اللہ آباد ہائی کورٹ کے نج کے عہدے تک پہنچ۔ ان کی شاعری میں سنبھیگی و متنانت اور دردواڑ کی ملی جلی کیفیت ملتی ہے۔ جوئے شیر، پچھہ ذرے کچھ تارے اور میری حدیثِ عمر گریزان، ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ۱۳۔ ۱۹۹۷ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن
 ترے کوہ و دریا جمال آفریں
 تری وادیاں رشکِ خلدِ بریں
 کسی نے تجھے یوں بنایا حسین
 کہ جیسے سنواری گئی ہو دھن
 زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن
 یہ دہلی کے نقش و نگارِ خموش
 یہ چوتھے کی خاکِ لالہ فروش
 یہ کیلاش کی چوٹیاں برف پوش
 تجھے ڈھونڈھتی ہیں ، عروج کہن
 زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن
 بدلنے کو ہے موسمِ روزگار
 ہواوں میں ہے گویا کیف و نحمر
 تری سمت پھر آرہی ہے بہار

لیے پھر گل و لالہ و نسترن
زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

اخوت کا پھر ہاتھ میں جام لے
مساواتِ انساں کا پھر نام لے
روایاتِ ماضی سے پھر کام لے

وطن کو بنا در حقیقت وطن
زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

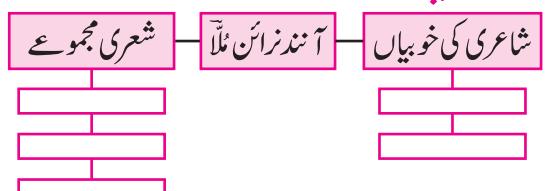
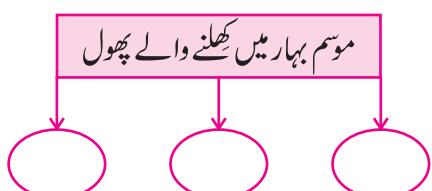
خلاصہ : شاعر نے اس نظم میں اپنے وطن کی تعریف کی ہے۔ وہ اپنے وطن کو مناسب کر کے کہتا ہے کہ تیرے کوہ و دریا اور تیری وادیاں اتنی خوب صورت ہیں کہ جنت ان پر رشک کرے۔ تجھے اس طرح بنایا گیا ہے جیسے کوئی دھن سنواری جاتی ہے۔ شاعر اپنے ملک کے اہم مقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے دہلی کی عمارتوں کے نقش و نگار، چوتھی کی سرز میں اور کیلاش پربت کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں کو یاد کرتا ہے۔ اسے ماضی کی عظمت کے واقعات یاد آتے ہیں۔ شاعر موجودہ دور کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ملک کے حالات بدلنے والے ہیں۔ ہواوں میں کیف و خمار ہے اور موسم بہار کی آمد آمد ہے۔ شاعر یہ تلقین کرتا ہے کہ ملک میں اخوت اور بھائی چارے کی فضائیم کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں قدیم زمانے سے یہی اتفاق و اتحاد کی روایات چلی آ رہی ہیں۔ یہی اتحاد اور تبکیتی ہے جو کسی ملک کو جوڑتی ہے اور ملک کو صحیح معنوں میں ملک بناتی ہے۔

معانی و اشارات

عروج کہن	- پرانی اونچائی مراد پر انے وقوٹوں کی ترقی	جمال آفریں	- خوب صورتی کو ظاہر کرنے والے مراد
Rise of olden times		قدرتی مناظر	Arousing beauty
Hangover	- نشے کی حالت	رشک	- کسی کی برابری کرنے کی خواہش
Red and white	- سرخ و سفید پھول	خلدِ بریں	- اعلیٰ درجے کی جنت
flowers (Tulip and dog rose)	لالہ و نسترن	نقش و نگارِ خوش	- مراد یادگاریں
Old traditions	- پرانی رسماں	خاکِ لالہ فروش	- خون رنگ زمین

مشقی سرگرمیاں

- ❖ آندزراں ملائے پیشے : (۱) (۲) آندزراں کی مدد سے ذیل کا شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔
- ❖ درج ذیل روایات خاکہ مکمل کیجیے۔



- ❖ نظم سے درج ذیل الفاظ کے ہم معنی لفظ تلاش کر کے لکھیے۔

برابری	پھول	مٹی	جنت	پھاڑ
.....
- ❖ لفظ **حسین** کے معنی خوب صورت ہیں۔ اس کی مدد سے ایسا لفظ بنائیے جس کے معنی خوب صورتی ہوں۔
- ❖ لفظ **گل** پر زیر، زبر، پیش لگا کر لکھیے اور ان کے معنی معلوم کیجیے۔
- ❖ درج ذیل سے شاعر کی جن چیزوں کی تمنا ہے انھیں نظم سے شاعر کے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

معما

- ❖ دیے گئے حرفی جال کو غور سے دیکھیے اور اوپر سے نیچے اور دائیں سے بائیں ترتیب میں 'پرندوں' کے نام تلاش کر کے لکھیے۔

ن	ی	ر	م	ق
ف	ا	ط	و	ط
ا	ا	س	ر	ج
خ		ر	و	ک
ت		ع	س	و
ه		ب	ب	ک
ز	ا	ت	ب	ق
ی	ا	ہ	و	ر
ن	ق	م	ا	غ

اوپر سے نیچے:

.....
.....
.....
.....
.....
.....
.....

دائیں سے بائیں:

.....
.....
.....
.....
.....
.....
.....

کوہ و دریا
وادیاں
چتوڑ کی خاک
کیلاش کی چوٹیاں

- ❖ درج ذیل سے شاعر کی جن چیزوں کی تمنا ہے انھیں نظم سے شاعر کے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

۱۔ ہاتھ میں جام
۲۔ نام لے
۳۔ کام لے

- ❖ نظم کے دوسرے بند میں شاعر نے ملک کی تین چیزوں کا ذکر کیا ہے، انھیں لکھ کر ان کے مرادی مفہوم لکھیے۔
- ❖ ملک کے لوگوں کو شاعر کی نصیحت اور نصیحت کرنے کی وجہ بیان کیجیے۔

- ❖ نظم میں آئے ہوئے مختلف مقامات کے نام تحریر کیجیے۔
- ❖ نظم کے تیسرا بند کی تشریح کیجیے۔

❖ ذیل کے مصروعوں کے خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت کیجیے۔

- ۱۔ کسی نے تجھے یوں بنایا حسین
- ۲۔ اخوت کا بھر ہاتھ میں جام لے
- ۳۔ وطن کو بنا درحقیقت وطن

❖ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

الف	ب
بدلنے کو ہے	کیف و خمار
ہواؤں میں ہے	برف بار
تری سمٹ آرہی ہے	موسم روزگار
	بہار



پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفیٰ

۳۔ ہماری زبان

پہلی بات : اردو کے مشہور شاعر دماغ دہلوی نے اردو زبان کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں دماغ سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے
اُردو زبان مختلف زبانوں کے میل جوں سے وجود میں آئی ہے اسی لیے اس میں ان زبانوں کی خوبیاں موجود ہیں۔ اس زبان نے مختلف مذاہب اور علاقوں کے لوگوں کو جوڑنے کا کام بھی کیا ہے اس لیے یہ زبان نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں مقبول ہے۔ ذیل کی نظم میں اسے ہندو مسلم اتحاد اور قومی تجھیتی کا اعلیٰ نمونہ بتایا گیا ہے۔

جان پچان : پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفیٰ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے دہلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اردو، فارسی اور عربی کے علاوہ ہندی اور سنسکرت زبانوں پر انھیں مکمل عبور حاصل تھا۔ انھوں نے شاعری بھی کی۔ ان کا اصل کارنامہ نشر میں لکھے ہوئے وہ مضامین ہیں جو انھوں نے اُردو زبان و ادب اور لسانیات کے تحت مختلف موضوعات پر لکھے۔ وہ اردو کے سچ پرستار اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ کیفیہ، اور منشورات، ان کے مضامین کے مجموعے ہیں۔

اُردو ہے جس کا نام ، ہماری زبان ہے
دنیا کی ہر زبان سے پیاری زبان ہے
فرقوں کے ربط ضبط کا ہے اس سے انتظام
قومی یگانگی کا ہے قائم اسی سے نام
اُردو بنی ہے مسلم و ہندو کے میل سے
دولوں نے صرف اس پہ دماغ اور دل کیے
تو میں کے اتحاد کا یہ شاہکار ہے
کلچر کا اس کی ذات پہ دار و مدار ہے
اس سے ہی ملک میں وہ رواداریاں رہیں
شیخ اور برہمن میں وفاداریاں رہیں
بہنپا اس کو دوسری بحاشاؤں سے رہا
اس نے کسی کو غیر نہ سمجھا کبھی ذرا
اُردو ہی دوستو ، وطنیت کی جان ہے
یہ یاد رکھو ، اس سے اخوت کی شان ہے
اس کو ہوا کسی سے ، نہ ہے رشک اور حسد
بعض اور کینے سے ہے بہت دور اس کی حد
اپنے ہیں اس کو سب ، نہیں کوئی پرانے ہیں
وسعت ہے دل کی وہ کہ سب اس میں سمائے ہیں
ہے اس کو سب سے میل ، کسی سے نہیں ہے بیر
افسوس کیوں نہ ہو ، اُسے کوئی جو سمجھے غیر
تاریخ ہند کی ہے وہ سرتاج آج تک
ہے اتحاد و انس کی معراج آج تک

خلاصہ :

شاعر کہتا ہے کہ ہماری زبان اردو تمام زبانوں سے زیادہ پیاری ہے۔ اس نے قوموں میں اتحاد پیدا کیا اور یہ زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ ان دونوں قوموں نے اسے پروان چڑھایا ہے۔ یہ ہماری مشترکہ تہذیب کی بنیاد ہے۔ اردو زبان نے دیگر زبانوں سے بھی دوستانہ تعلقات پیدا کیے ہیں۔ اسے کسی سے حسد اور دشمنی نہیں۔ اس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اس کے دل میں سب کے لیے جگہ ہے۔ یہ زبان اتفاق و اتحاد کی معراج ہے۔

معانی و اشارات

Jealousy	- جلن	- حسد	- ایکتا
	- کسی کے تعلق سے بے جذبات رکھنا	- بغض	- خرچ کرنا
Cattiness, animosity			- کسی فن میں بہت اہم کام
Malice, grudge	- دشمنی	- کینہ	- تہذیب، ثقافت
Enmity	- دشمنی	- بیگر	- انحصار ہونا
Love, affection	- محبت	- اُنس	- سب کو ساتھ لے کر چلنے کا مزاج
Highest point, acme	- بلندی، عظمت	- معراج	- رواداری
			- وطن سے محبت
			- بھائی چارہ
			- اخوت

مشقی سرگرمیاں

- ❖ نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔
 - ❖ اردو کے وسیع ہونے، پھیلنے کی وجوہات بیان کیجیے۔
 - ❖ اردو پر جس چیز کا دار و مدار ہے، اس کی وضاحت کیجیے۔
 - ❖ ذیل کے اشعار میں خط کشیدہ الفاظ کا مطلب لکھیے۔
- ۱۔ اردو ہے جس کا نام، ہماری زبان ہے
دنیا کی ہر زبان سے پیاری زبان ہے
- ۲۔ اس سے ہی ملک میں وہ رواداریاں رہیں
شیخ اور برہمن میں وفاداریاں رہیں
- ۳۔ ہے اس کو سب سے میل کسی سے نہیں ہے بیر
افسوں کیوں نہ ہو اُسے کوئی جو سمجھے غیر
- ❖ نظم میں مذکور اردو کی خوبیاں قلم بند کیجیے۔
- ❖ بُنگِ آزادی میں اردو کا کردار عنوان پر دو سطحیں تحریر کیجیے۔
- ❖ ہندوستان میں بولی جانے والی زبانوں کی فہرست بنائیے۔
- ❖ قومی پیگھتی اور وطن کی آزادی سے متعلق اشعار تلاش کر کے لکھیے۔
- ❖ دوسری زبانوں سے اردو کے بہناپے کی مثال دیجیے۔



- ❖ نظم سے متقاضاً الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔
- ❖ اردو سے متعلق داغ دہلوی کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔
- ❖ پہلے قافیے کو دیکھ کر دوسرا قافیہ لکھیے۔

- | | |
|----------------|-------|
| ۱۔ انتظام : | |
| ۲۔ شاہکار : | |
| ۳۔ رواداریاں : | |
| ۴۔ جان : | |

- ❖ دوسری زبانوں سے اردو کے بہناپے کی مثال دیجیے۔

مبالغہ (Hyperbole)

آپ شکیت جلالی کا یہ شعر پڑھ چکے ہیں۔
 برا نہ مانیے لوگوں کی عیب جوئی کا
 انھیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے
 اس شعر میں دن کا سایہ دکھائی دینا ایسا واقعہ ہے جو کبھی واقع
 نہیں ہو سکتا مگر شاعر نے ایک بات یعنی اچھوں کو برا کہنے کی
 عادت کو بڑھا چڑھا کر کہا ہے۔ شعر میں جب کوئی ایسی بات کہی
 جائے کہ حقیقت میں جو واقع نہیں ہو سکتی، اسے 'مبالغہ'
 (hyperbole) کہا جاتا ہے۔

♦ ذیل کے اشعار میں مبالغہ کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
 دل بے معا دیا تو نے
 مجھ گنہ گار کو جو بخش دیا
 تو جہنم کو کیا دیا تو نے

ہم شعر کو بار بار سنتے، پڑھتے اور یاد بھی کر لیتے ہیں۔ نثر اور شعر کا
 فرق بہت واضح ہے۔ نثر میں بات تفصیل سے کہی جاتی ہے اور
 شعر میں اشارے اور اختصار کے ساتھ۔ لفظوں کی ایک خاص
 ترتیب سے شعر میں بات زیادہ پُر اثر ہو جاتی ہے۔

"شعر وہ کلام ہے جس میں لفظوں کی ایک خاص ترتیب یعنی
 موزونیت ہو اور اس سے لے نگزگی اور اثر پیدا ہو جائے۔"

شعر کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے۔ پہلے
 مصرع کو مصرعہ اولی اور دوسرا کو مصرعہ ثانی کہتے ہیں مثلاً

ہے جتو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں (مصرعہ اولی)

اب دیکھیے ٹھہر تی ہے جا کر نظر کہاں (مصرعہ ثانی)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا (مصرعہ اولی)

ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستان ہمارا (مصرعہ ثانی)

تضاد (Antonym)

یہ اشعار پڑھیے۔
 اس سے ہی ملک میں وہ رواداریاں رہیں
 شخ اور بہمن میں وفاداریاں رہیں
 اپنے ہیں اس کو سب، نہیں کوئی پرانے ہیں
 وسعت ہے دل کی وہ کہ سب اس میں سامائے ہیں
 آپ جانتے ہیں کہ خط کشیدہ الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
 جب شعر میں متصاد الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں تو اس طرح کے
 استعمال کو 'تضاد' (antonym) کہا جاتا ہے۔
 پڑھی گئی نظموں اور غزلوں سے ایسے اشعار تلاش کر کے لکھیے
 جن میں تضاد کا استعمال کیا گیا ہو۔

اضافی مطالعہ

شعر

دوستوں کی محفل تھی۔ بے تکلف گفتگو آہستہ آہستہ بہنسی مذاق کی
 جگہ ایک دوسرے پر طنز اور توہین میں بدل گئی۔ محفل سمٹا کر
 بس دو دوستوں پر مرکوز ہو گئی۔ خوش کلامی کی جگہ بدکلامی نے لے
 لی۔ اس سے پہلے کہ کچھ اور پیش آئے، ایک صاحب نے سمجھ داری
 کا ثبوت دیتے ہوئے بات بدلنے کی کوشش کی اور مسکراتے ہوئے
 کہا، "غالب کا ایک شعر سینے۔"

ہر ایک بات پر کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
 تمھی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
 بس یہ سننا تھا کہ پہلے صاحب کو کچھ احساس ہوا۔ وہ اپنے
 رویے پر شرمende ہوئے۔ حالات بے قابو ہونے سے نج گئے۔
 ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات چیت کے
 دوران کوئی مناسب اور بُر مُجل شعر بھی پیش کر دیتے ہیں کیونکہ شعر
 ہمارے جذبے اور احساس کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ



۵۔ بلبل کا ذوقِ آزادی مولوی غلام بھیک نیرنگ

پہلی بات : پرانے زمانے میں راجاؤں اور جانوروں کے علاوہ عام لوگ بھی جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ مچھلیوں کے شکار کی طرح جگنگی جانوروں کے شکار کا شوق عام تھا۔ اسی کے ساتھ جنگلوں کی کٹائی بھی تیزی سے ہوتی رہی جس سے جانوروں کی تعداد لگتی گئی۔ اس صورت حال کے پیش نظر حکومت نے جانوروں کے شکار پر پابندی عائد کر دی اور جانوروں پر کیے جانے والے ظلم اور زیادتیوں کو روکنے کی کوشش کی جانے لگی۔ پرندوں کو قید میں رکھنا گویا انھیں فطری آزادی سے محروم کرنا ہے۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے اسی احساس کو جگانے کی کوشش کی ہے۔

جان پیچان : مولوی غلام بھیک نیرنگ ۲۶ ستمبر ۱۸۷۸ء کو پنجاب میں پیدا ہوئے۔ بیسویں صدی کے اوائل کے شعرا میں انھیں ممتاز مقام حاصل تھا۔ انھوں نے حالی کی نچپر شاعری کی تحریک کو آگے بڑھانے میں ایک فعال کردار ادا کیا۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں جو اس زمانے کے مشہور رسائل، مخزن، زمانہ وغیرہ میں شائع ہو کر مقبولی عام ہوئیں۔ ”کلام نیرنگ“ ان کا شعری مجموعہ ہے۔ ۱۹۵۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

تو از راهِ عنایت ایک دین صیاد یوں بولا
یہ راحت ہے سراسر جس کو تو نے قید ہے سمجھا
وہ آخر کیا تھا؟ بس اک ڈھیر تھا تکنوں کا بے ڈھنگا
تناسب کا نمونہ، خوب صورت، خوش نما، سترہا
نہیں، افسوس! تجھ پر کچھ اثر عہدِ ترقی کا
وہ تیرا آشیانہ آفتوں کا اک نشانہ تھا
کوئی طائر شکاری تجھ کو چپکے سے جھپٹ لیتا
نہ اندر سے کوئی ڈر ہے نہ باہر سے کوئی کھٹکا
مزے سے چپچھا اور ہم خالق کے ترانے گا
اری ناداں! تجھے ممنون ہونا چاہیے میرا،
تیری راحت میں کیا شک ہے، تری شفقت کا کیا کہنا
چمن کی یادِ دل سے جا نہیں سکتی کبھی اصلا
کسی کو کیا خبر ہے، دوسرے پر کیا فلق گزرا

حقیقت میری بے تابی کی تجھ پر تب عیاں ہوتی

کہ میں صیاد ہوتی، تو گرفتارِ نفس ہوتا،

قفس میں بلبلِ نالاں کی جب بے تابیاں دیکھیں
”یہ بے تابی تری، اے مشتِ پر، ہے سخت نادانی
وہ تیرا آشیانہ جس کو تو دن رات روئی ہے
قفس کو دیکھ، کاری گرنے کیا اچھا بنایا ہے
عبث اُس وحشانہ زندگی کو یاد کرتی ہے
کبھی صرص کے حملے تھے، کبھی تھے برق کے دھاوے
محافظ کون تیری جان کا تھا صحنِ گلشن میں
قفس کیا ہے، حصاِ عافیت ہے تو اگر سمجھے
ہوا اور روشنی اور دانہ پانی، سب میسر ہے
یہ فریاد و فغان و آہ، ناشکروں کی باتیں ہیں
کہا بلبل نے، ”اے صیادِ مشفق! سچ کہا تو نے
مگر حبِ وطن اور ذوقِ آزادی عجب شے ہے
پرانے دل کا دکھ اے مہرباں، ایسا ہی ہوتا ہے

خلاصہ :

بلبل کو نفس میں صیاد نے بے چینی کی حالت میں دیکھا تو اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ تجھے رہ کر اپنا وہ آشیانہ یاد آتا ہے جو صرف چند تنکوں کا ڈھیر تھا۔ وہ غیر محفوظ تھا کہ کوئی بھی شکاری تجھ پر حملہ کر سکتا تھا۔ اس کے مقابلے میں یہ نفس صاف سترہ اور عمدہ کارگیری کا نمونہ ہے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ دانہ پانی، ہوا، روشنی سب موجود ہے۔ تجھے اپنے آشیانے پر افسوس کرنے کی بجائے میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ یہ سن کر بلبل نے کہا کہ اے صیاد! تیری مہربانیاں اور نفس کی راحتیں قابل تعریف ہیں مگر وطن کی محبت اور ذوق آزادی عجیب چیز ہے۔ چن کی یاد کسی طرح بھی دل سے نہیں نکل سکتی۔ تم میرے دکھ کو اسی وقت سمجھ سکتے ہو جب تم نفس میں گرفتار ہو اور تمہاری جگہ میں صیادر ہوں۔

معانی و اشارات

Useless	-	بے کار	عبد	-	آزادی کی لذت
Whirlwind	-	طوافی ہوا	صرصر	-	Fondness of freedom
Attack	-	حملہ	دھاوا	-	قفس
Safety	-	خیریت، بھلانی	عافیت	-	نالاں
Grateful	-	احسان مند	ممنون	-	عنایت
Kind	-	مہربان	مشق	-	صیاد
Ever	-	کبھی	اصلا	-	مشت پر
				-	Fistful of feathers
				-	Obvious
				-	بالکل
				-	سراسر

مشقی سرگرمیاں

- ❖ نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق کامل کیجیے۔
- ❖ قفس کی تعریف میں کہے گئے الفاظ کامل کیجیے۔
- ❖ صیاد کی نصیحت اور بلبل کے جواب کیوضاحت کیجیے۔
- ❖ اپنی پسند کا شعر نقل کر کے پسندیدگی کی وجہ بیان کیجیے۔
- ❖ نظم سے زیر اضافت والی ترکیبیں نقل کر کے حروف اضافت کے ساتھ دوبارہ تحریر کیجیے۔
- ❖ آزادی کی اہمیت پر دس سطریں تحریر کیجیے۔
- ❖ بے زبان پرندوں کو قید نہیں کرنا چاہیے، اظہار خیال کیجیے۔
- ❖ بلبل کا انگریزی نام لکھیے۔
- ❖ منصوبہ / سرگرمی
- ❖ اقبال کی نظم پرندے کی فریاد حاصل کر کے جماعت میں پڑھیے۔
- ❖ غلام بھیک نیرنگ
- ❖ پیدائش
- ❖ مجموعہ کلام
- ❖ وفات
- ❖ بلبل کی جس حرکت پر صیاد کو افسوس ہے، تحریر کیجیے۔
- ❖ قفس اور چن کے بارے میں صیاد اور بلبل کے خیالات کے فرق کو واضح کیجیے۔



۶۔ ابر کرم

محمد حسین آزاد

پہلی بات : ہمارے ملک میں زراعت روزگار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کھیتوں میں کسانوں کی محنت و مشقت سے اناج اُگتا ہے جس سے ملک بھر کے لوگوں کی غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ برسات آنے سے پہلے کسان بادلوں کو بڑی امید کے ساتھ دیکھتا ہے کہ یہی بارش جہاں ان کے کھیتوں کو سبز و شاداب کرتی ہے، وہیں مخلوقات کے لیے نعمتِ خداوندی ثابت ہوتی ہے۔

جان پچان : محمد حسین آزاد ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہ اردو کے صاحبِ طرز انشا پرداز تھے۔ فارسی زبان پر انھیں کامل عبور حاصل تھا۔ آزاد اردو میں تمثیل نگاری کے اہم ستون ہیں۔ نیرنگِ خیال، ان کے مضامین کا مجموعہ ہے جس میں تمثیل نگاری کے کامیاب نمونے موجود ہیں۔ آبِ حیات، میں انھوں نے اردو کے قدیم شعرا کے متعلق اہم معلومات جمع کی ہے۔ آبِ حیات، دربارِ اکبری، اور سخنِ دانِ فارس، ان کی اہم تصانیف ہیں۔ ۲۳ جنوری ۱۹۱۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

اور اُٹھنا آسمان کی طرف جھوم جھوم کر
سبزے کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا روندتی ہوئی
اور شامیانے شرق سے تا غرب چھا گئے
برسے گا آج خوب ، دھواں دھار ابر ہے
اور سبز کیاریوں میں وہ پھولوں کی لالیاں
وہ کھاڑیاں بھری ہوئی ، تھالے چھلک رہے
اور گونجا وہ باغ کا پانی کے شور سے
گویا چھلک رہے ہیں کٹورے گلاب کے

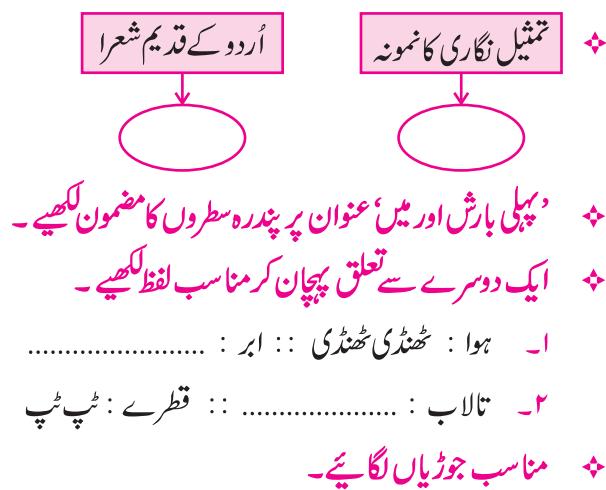
چلنا وہ بادلوں کا زمیں چوم چوم کر
بچلی تو دیکھو ، آتی ہے کیا کوندتی ہوئی
لو ، بادل اب گرجتے ہوئے سر پہ آگئے
کیا مست آیا جھوم کے ، سرشار ابر ہے
بوندوں میں جھومتی وہ درختوں کی ڈالیاں
وہ ٹھنڈیوں میں پانی کے قطرے ڈھلک رہے
گرنا وہ آبشار کی چادر کا زور سے
جل تھل ہیں کوہ و دشت میں تالاب آب کے

خلاصہ : اس نظم میں شاعر نے برسات کے موسم کی منظر کشی کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بادلوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ زمین کو چوم کر جھومتے ہوئے آسمان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بچلی کوندتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ بادل گرجتے ہوئے مشرق سے مغرب تک چھا گئے ہیں۔ ساون کی گھٹا کو دیکھ کر لگتا ہے موسلا دھار بارش ہو گی۔ بارش شروع ہونے کے بعد جنگلوں میں درختوں کی شاخیں لہرا رہی ہیں۔ کہیں آبشار کی گرج ہے، کہیں بارش کا شور۔ میدان اور پہاڑ سب پانی سے شرابور ہو چکے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا گلاب کے کٹورے چھلک رہے ہیں۔

معانی و اشارات

Excessive	تیز، پر زور	دھواں دھار -	Lightning	-	چمنا
Redness	سرخی	- لالی	Trolling	-	کچلنا
Puddle	پانی کا ایک جگہ جماؤ	- تھالا	Canopy	-	شامیانہ
Dripping	لڑھکنا	- ڈھلکنا	East to West	{ مشرق سے مغرب تک	شامیانہ
Waterfall	پانی کا جھرنا جو بلندی سے گرے	- آبشار			غرب
Mountains and woods	پہاڑ اور جنگل	کوه و دشت -	Brimming	-	سرشار

مشقی سرگرمیاں

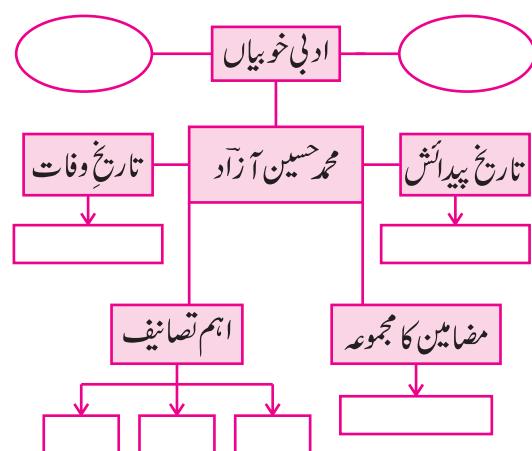


الف	ب
بھلی	جل تھل کوہ دشت ہیں
ہوا	آتی ہے کوندی ہوئی
بادل	ڈھلک رہے
ابر	گر جتے ہوئے سر پا آگئے
تالاب	بزرے کو روندتی ہوئی
	برسے گا آج خوب

کیا مست آیا جھوم کے سرشار ابر ہے
 بر سے گا آج خوب، دھواں دھار ابر ہے
 شعر کی مدد سے بارش سے پہلے کی منظر کشی کیجیے۔
 گرنا وہ آبشار کی چادر کا زور سے
 اور گونجا وہ باغ کے پانی کا شور سے
 اس شعر کی مدد سے بارش کے بعد کا منظر بیان کیجیے۔

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق
 مکمل کیجیے۔

♦ جان پہچان کی مدد سے معروضی معلومات پر بنی شکی
 خاکہ مکمل کیجیے۔



♦ ابر کے لیے استعمال کی گئی صفات تحریر کیجیے۔
 ♦ نظم میں ڈالیوں کی حالت بیان کیجیے۔
 ♦ ابر کو ابرِ کرم کہنے کا سبب لکھیے۔

♦ نظم میں جن قدر تی نظاروں کی منظر کشی کی گئی ہے، انھیں
 قلم بند کیجیے۔

♦ نظم سے چار ہم صوت الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔
 ♦ ابر کرم کے برس جانے سے پہلے اور بعد کی کیفیت کا
 موازنہ کیجیے۔

♦ نظم سے وہ شعر نقل کیجیے جس میں مست کا تذکرہ آیا ہے۔



قاضی سلیم

۷۔ دھرتی کاروپ

پہلی بات : شاعر اپنے تجھیں کے زور سے بے جان چڑوں میں بھی جان ڈال دیتا ہے۔ زمین بظاہر مٹی پتھر کا بے حس ڈھیر ہے لیکن کبھی زمین پر پھیلا ہوا سبزہ، کبھی درختوں سے جھپڑتے پتے، دریاؤں میں سیلاں اور نشکنی کے مناظر اسی بے جان زمین پر زندگی اور موت کے سکھ اور دکھ کے حالاتِ کھادیتے ہیں۔ انسان اگر خوش ہے تو زمین پر ہر یا می چھاتی ہے۔ وہ اگر دُھکی ہے تو زمین بے آب ہو جاتی ہے۔ گویا زمین اور انسان میں بہت مماثلت ہے جسے اس نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پچان : قاضی سلیم ۱۹۲۷ء میں اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے کرنے کے بعد انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد سے ایل۔ ایل۔ بی کی سند حاصل کی۔ ان کا شمار جدید شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں اظہار و بیان کے نئے تجربات اور جدید افکار نمایاں ہیں۔ نجات سے پہلے اور رستگاری کے نام سے ان کی نظموں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں اورنگ آباد میں ان کا انقلاب ہوا۔

دھرتی ، تیرا مجھ سا روپ
چاہے چھاؤں ہو ، چاہے دھوپ
اندھے گھرے کھڈ پاتال
سینہ چھلنی ، روح نڈھال
باہر ٹھنڈک اندر آگ
دل میں درد ، زبان پر راگ

دھرتی ، تیرا مجھ سا روپ
تج آگ یا قبر بنے
پھول کھلیں یا راکھ اڑے
میری طرح چپ چاپ رہے
میری طرح ہر درد ہے
دھرتی ، تیرا مجھ سا روپ

چاہے چھاؤں ہو، چاہے دھوپ
دھرتی، تیرا مجھ سا روپ

خلاصہ: اس نظم میں شاعر نے یہ بات بتائی ہے کہ آدمی خوش اور غم، دکھ اور سکھ کے مختلف اور متفاہ حالات میں زندگی بسر کرتا ہے۔ دھرتی بھی بدلتے موسموں اور بدلتے وقت کی زد میں ہوتی ہے، کبھی بہار ہے، کبھی خزاں، کبھی چھاؤں ہے اور کبھی دھوپ اس لیے شاعر کو اپنی ذات اور دھرتی کے رنگ روپ میں یکسانیت معلوم ہوتی ہے۔

معانی و اشارات

Abyss	- زمین کی تہہ	پاتال	Appearance	- ظاہر، انداز	روپ
Tired	- تھکا ہوا	ٹھڑھال	Pithole, ditch	- گڑھا	کھڈ

مشقی سرگرمیاں

- ❖ نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئے الفاظ سے متعلق لفظ لکھیے۔
- ❖ دیے ہوئے الفاظ سے مطابق مکمل کیجیے۔
- ❖ نظم کے شاعر کا تعارف لکھیے۔
- ❖ نظم سے صنعتِ تضاد کا مصروع لکھیے۔
- ❖ نظم میں 'مجھ سا' کا مرادی مفہوم لکھیے۔
- ❖ ذیل میں درد، زبان پر راگ سے شاعر کی مراد لکھیے۔
- ❖ دھرتی اور شاعر کی یکساں خوبی کو واضح کیجیے۔
- ❖ اگل اگل تحریر کیجیے۔
- ❖ ۱۔ دھوپ، چھاؤں ۲۔ کھڈ، پاتال
- ❖ ۳۔ ٹھٹھڑک، آگ ۴۔ درد، راگ
- ❖ نظم سے ہندی زبان کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

اضافی مطالعہ

ضمیر تنکیری (کوئی، کچھ)

Indefinite pronoun (any, some)

ضمیر تقسیمی (یا، ہر)

Distributive pronoun (each, either)

ضمیر ذاتی / شخصی (میں، تم)

Personal pronoun (I, you)

ضمیر فاعلی (میں، تم، ہم)

Personal pronoun in nominative case

ضمیر مفعولی (مجھ، تھ)

Personal pronoun in accusative case (me, you)

ضمیر موصولہ (جنے، جن کو)

Relative pronoun (whom, whose)

ضمیر (Pronoun) کی قسمیں

ضمیر استفہام (کیوں، کب، کیسے)

Interrogative pronoun (why, when, how)

ضمیر اشارہ (یہ، وہ)

Demonstrative pronoun (this, that)

ضمیر اضافی (میرا، تمھارا)

Possessive pronoun (mine, your)

ضمیر تابع (آپ، خود)

Reflexive pronoun (yourself, myself)



۸۔ غزلیات

(۱) غزل

جلیل مانک پوری

پہلی بات : مختلف غزلوں کو پڑھتے ہوئے ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان میں تنوع اور زنگارگی پائی جاتی ہے۔ ردیف اور قافیوں کے فرق کے علاوہ غزلوں میں بھریں، موضوع، لب و لہجہ اور شاعروں کے اظہار کا انداز بھی الگ الگ ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ بعض غزلیں طویل بحروں میں ہو اکرتی ہیں اور بعض مختصر بھر میں۔ ذیل کی غزل چھوٹی بھر میں لکھی گئی ہے۔

جان پچان : جلیل مانک پوری کا اصل نام جلیل حسن اور جلیل تخلص تھا۔ وہ ۲۷۔۱۸۲۶ء میں مانک پور (آودھ) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے لکھنؤ میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ شروع ہی سے شعرگوئی کا شوق تھا۔ بیس سال کی عمر میں وہ امیر مینائی کے شاگرد ہوئے اور انھی کے ہمراہ تیرہ ۱۹۰۰ء میں حیدر آباد پہنچے۔ میر محبوب علی آصف نے ”جلیل القدر“ اور میر عثمان علی نے ”فصاحت جنگ“ بہادر اور امام الفن کے خطابات سے انھیں نوازا۔ ”تاریخ سخن“، ”جان سخن“ اور ”روح سخن“ ان کے دیوان ہیں۔ ”معراج سخن“ نعت اور سلام کا مجموعہ ہے۔ ”معیارِ اردو“ محاورات کا مجموعہ ہے۔ ”تذکیرہ تانیث“ ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء کو حیدر آباد میں ان کا انتقال ہوا۔

زمانہ ہے کہ گزر را جارہا ہے
یہ دریا ہے کہ بہتا جارہا ہے
زمانے پر ہنسے کوئی کہ روئے
جو ہونا ہے ، وہ ہوتا جارہا ہے
جو کچھ ان کی نگاہیں کر رہی ہیں
وہ دل پر نقش ہوتا جارہا ہے
بہار آئی کہ دن ہولی کے آئے
گلوں میں رنگ کھیلا جارہا ہے
جلیل ، اب دل کو تم اپنا نہ سمجھو
کوئی کر کے اشارہ جارہا ہے

معانی و اشارات

نقش ہونا - حچپ جانا، ظاہر ہو جانا

Imprint

مشقی سرگرمیاں

- زمانہ
- بہار
- جیل

خانوں میں مناسب الفاظ لکھیے۔

ردیغ	قافیہ

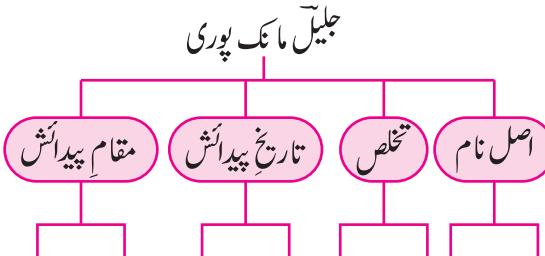
اس شعر کا مطلب لکھیے۔

زمانہ ہے کہ گزرا جا رہا ہے
یہ دریا ہے کہ بہتا جا رہا ہے
اس شعر سے متعلق اپنی رائے دیجیے۔

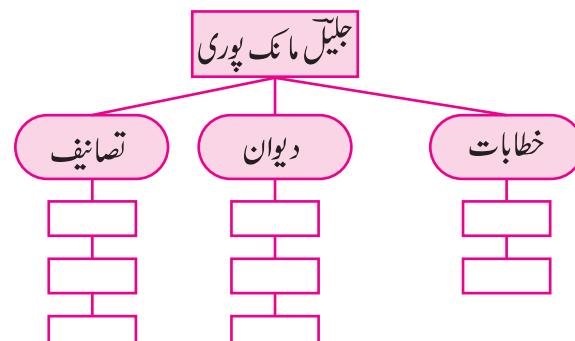
زمانے پر ہنسے کوئی کہ روئے
جو ہونا ہے، وہ ہوتا جا رہا ہے

درج ذیل شعر کی روشنی میں ہوئی اور بہار کو واضح کیجیے۔
بہار آئی کہ دن ہوئی کے آئے
گلوں میں رنگ کھیلا جا رہا ہے

♦ جان پیچان کی مدد سے درج ذیل ویب خاکہ مکمل کیجیے۔



♦ جان پیچان کی مدد سے درج ذیل شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔



♦ دیے ہوئے لفظوں سے شروع ہونے والے مصروع مکمل طور پر لکھیے۔

زمانہ -

جنابِ عالی!

گزارش ہے کہ میرے والد صاحب ایک مزدور ہیں اور اکثر بیمار رہتے ہیں۔ چنانچہ کبھی مزدوری کے لیے جاتے ہیں اور کبھی بیماری کی وجہ سے ناغص ہو جاتا ہے اس لیے ہمارے گھر کی مالی حالت کمزور ہو چکی ہے۔ والدین میری ماہانہ اسکول فیس ادا کرنے سے قادر ہیں۔

جناب! میں ہمیشہ امتحان میں اول آتی ہوں۔ مجھے تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ برآہ کرم میری ماہانہ اسکول فیس معاف فرمائیں تاکہ میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔
میں زندگی بھرا آپ کی احسان مندر ہوں گی۔

عرض گزار

(دستخط)

تہمینہ صادق

درخواست/عريضہ

اضافی معلومات

درخواست بھی ایک قسم کا خط ہوتا ہے۔ مگر یہ کسی عزیز، رشتہ دار یا دوست کے نام نہیں بلکہ ایک ضرورت مند کی طرف سے کسی با اختیار افسر کے نام لکھا جاتا ہے جو ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ اس لیے خط کے برکس درخواست میں مخاطب کرنے کا انداز اور بات کہنے کے لیے لب ولجه بالکل مختلف ہوتا ہے مثلاً کوئی طالبہ اپنے صدر مدرس کو فیس معافی کی درخواست یوں لکھے گی:

طالبہ کا نام:

جماعت:

”خدمت جناب صدر مدرس

بی ایم سی پر ائمہ اُردو اسکول، تھانہ

(۲) غزل

آزاد انصاری

پہلی بات : غزل شاعری کی ایک اہم صنف ہے۔ اس کی تعریف میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی محبوب سے باتیں کرنا ہے۔ وقت کے ساتھ غزل میں نئے نئے موضوعات بھی شامل ہوتے گئے۔ آج بھی شاعرا پنے دکھ درد کو غزل میں اس طرح بیان کرتا ہے جیسے وہ اپنا حال دل کسی دوست کو سنارہا ہو۔

جان پچان : آزاد انصاری کا اصل نام الطاف احمد تھا۔ ان کا آبائی وطن سہارن پور تھا۔ وہ ۱۸۷۱ء میں ناگپور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مختلف درس گاہوں میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں شاعری شروع کی۔ ابتدا میں مولانا حبیب الرحمن بیدل سہارنپوری سے اصلاح لیتے رہے۔ بیدل کے حیر آپا دل چلے جانے کے بعد مولانا الطاف حسین حائل کے شاگرد ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں آزاد انصاری کا انتقال ہوا۔

نہ پوچھو کون ہیں ، کیوں راہ میں ناچار بیٹھے ہیں
مسافر ہیں ، سفر کرنے کی ہمت ہار بیٹھے ہیں
اڈھر پہلو سے تم اُٹھے ، اڈھر دنیا سے ہم اُٹھے
چلو ہم بھی تمھارے ساتھ ہی تیار بیٹھے ہیں
کسے فرصت کہ فرضِ خدمتِ اُفت بجا لائے
نہ تم بے کار بیٹھے ہو ، نہ ہم بے کار بیٹھے ہیں
نہ پوچھو کون ہیں ، کیا مدعما ہے ، کچھ نہیں بابا !
گدا ہیں اور زیرِ سایہ دیوار بیٹھے ہیں
یہ ہو سکتا نہیں آزاد سے میخانہ خالی ہو
وہ دیکھو ! کون بیٹھا ہے ، وہی سرکار بیٹھے ہیں

معانی واشارات

ناچار	- مجبور
فرضِ خدمت	{ محبت کی خدمت کا فرض
اُفت	Duty of the service of love
The same fellow is sitting there	شاعر نے خود کو عزت سے مخاطب کیا ہے وہی سرکار بیٹھے ہیں

مشقی سرگرمیاں

- ❖ درج ذیل شعر میں خط کشیدہ الفاظ کی شعری اصطلاح ❖ غزل کا مقطع لکھیے۔
پہچانیے۔
- ❖ دوسرے شعر میں آنے والے تضاد کے الفاظ لکھیے۔
- ❖ ”نه تم بے کار بیٹھے ہو، نہ ہم بے کار بیٹھے ہیں“ سے شاعر
مسافر ہیں ، سفر کرنے کی ہمت ہار بیٹھے ہیں
- ❖ کی مراد یا ان کیجیے۔
- ❖ اس غزل کی ردیف لکھیے۔
- ❖ ”پہلو سے اُٹھے / دنیا سے اُٹھے“ کے معنی کی وضاحت
کیجیے۔
- ❖ اس غزل کے شاعر کا تخلص لکھیے۔

اضافی مطالعہ

علاماتِ اوقاف

جملوں کے معنی، مطلب، لمحے اور جذبہ و کیف کے اظہار کے لیے اور کچھ مخصوص تحریروں کی شناخت کے لیے اردو میں مخصوص تحریری نشانات مقرر ہیں۔ ان نشانات کو علاماتِ اوقاف کہتے ہیں۔

کامل با معنی جملے کے آخر میں لگایا جاتا ہے۔ مثال: اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔	سوالیہ نشان ؟	نہیں۔	.1
سوالیہ جملے کے آخر میں لگاتے ہیں۔	(i) تجب کے اظہار کے لیے ادا کیے گئے جملے، فقرے یا لفظ کے آخر میں۔ (ii) کسی جذبے کے تحت ادا کیے گئے القاب، صوتی الفاظ اور لفظی ترکیب کے آخر میں۔ (iii) ندایا پکار، اجتماعی خطاب، آواز سے مخصوص نام پہچان ادا کرنے کے آخر میں لگاتے ہیں۔	استجوابیہ، نداءیہ، فجائیہ!	.2
جملے میں مختصر و قفقے یا ٹھہراؤ کے لیے لگاتے ہیں۔ مثال: انھیں دھن رہتی تو بس ایک ہی رہتی، تلاشِ حق کی۔	سکتہ،	.3	
جملے میں سکتے سے کچھ طویل یا لمبے وقفے یا ٹھہراؤ کے لیے۔ مثال: وہ زم لفتار، خوش مزاج شخص کیون تھا؛ پروین گروپ کے سیاحوں کا رہبر۔	وقفہ؛	.4	
کسی چیز کی تفصیل بیان کرنے کے لیے یا کسی تفصیل کی مزید تفصیل کے لیے۔	تفصیلہ:-	.5	
تحریر میں جملہ مفترضہ کے لیے۔	قوسین ()	.6	
مثال: ہم اپنا غم کسی کو سنا دیں (اپنے کسی دوست کو) تو دل کا بوجھ اُتر جاتا ہے۔	اکھرے واوین ، ،	.7	
تحریر میں کسی چیز کی اہمیت یا انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے۔ مثال: اس نے انگلی کی پور پر انگوٹھا کر کتے ہوئے اُتی سی، کی صراحت کی۔	اکھرے واوین ، ،	.8	
تحریر میں کسی دوسرے کے قول، تقریر، کلام، بیان کو ہو بہو قل کرنے کے لیے۔ مثال: آپ نے فرمایا، ”سلمان تم سے بڑھ کر دین سے واقف ہیں۔“	دہرے واوین ، ،	.9	

(۳) غزل

شفیق جو پوری

پہلی بات : ابتداء ہی سے غزل کا خاص موضوع حسن و عشق رہا ہے مگر سماج کی طرح ادب بھی عصری تقاضوں کو قبول کرتا ہے۔ اُردو غزل میں بھی رفتہ رفتہ حسن و عشق کی بجائے روزمرہ زندگی کے تقاضوں پر لکھا جانے لگا ہے۔ اب اس میں زندگی کے مسائل، سماجی رشتے، اخلاقی قدریں، انسانیت کا عروج و زوال، سیاسی موضوعات وغیرہ شامل ہونے لگے۔ شفیق جو پوری کی اس غزل میں آدمی کی زندگی کے مختلف مراحل اور احوال و کوائف کو موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پچان : شفیق جو پوری کا اصل نام ولی الدین تھا۔ وہ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے حفیظ جو پوری، نوح ناروی اور حسرت موبانی سے اپنے کلام پر اصلاح لی۔ تخلیقات، باغنگ جرس، حرمت عشق، غیرہ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ”حجاز نامہ“ اور ”حاتم“ ان کے سفر نامے ہیں۔ ان کی شاعری میں اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی مسائل کی عکاسی ملتی ہے۔ عصری حیثیت ان کے یہاں مختلف انداز میں نظر آتی ہے۔ ۱۹۶۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ کون مسکرا کے ادھر سے گزر گیا
دامان آرزو مرا پھولوں سے بھر گیا
دورِ شباب چشم زدن میں گزر گیا
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا
روح الامیں کا بھی نہ گزر ہوسکا وہاں
انسان جس مقام پہ بے بال و پر گیا
جب ہم چلے تو ساتھ چلی ساری کائنات
جب ہم ٹھہر گئے تو زمانہ ٹھہر گیا
آگاہ راز ہو کے جہاں سے اُٹھا شفیق
دیوانہ تھا ضرور مگر باخبر گیا

معانی و اشارات

Gabriel angel	روح الامیں	- حضرت جبریل	دامان آرزو	- آرزو کا دامن (دامن کی وسعت سے مراد ہے آرزو کا بڑا ہونا)
	آگاہ راز	- راز کو جانے والا مراد دنیا سے باخبر Aware of the worldly ways	Desire	Period of youth At once
			دو ر شباب	- جوانی کا زمانہ
			چشم زدن میں	- دیکھتے ہی دیکھتے، فوراً

مشقی سرگرمیاں

♦ درج ذیل الفاظ کے لیے غزل میں آئے ہوئے الفاظ ♦ درج ذیل شعر کی روشنی میں دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے۔

- | | | |
|-------------------------|-------|-------------------------------------|
| ۱۔ پل جھکتے، فوراً | | دور شباب چشم زدن میں گزر گیا |
| ۲۔ عروج کا زمانہ، جوانی | | جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا |
| ۳۔ موجودات، دنیا | | ۱۔ اس شعر کی صنعت کا نام لکھیے۔ |
| | | ۲۔ اس شعر سے تضاد کے الفاظ لکھیے۔ |
- ♦ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

جب ہم چلے تو ساتھ چلی ساری کائنات
جب ہم ٹھہر گئے تو زمانہ ٹھہر گیا

♦ ستون 'الف' میں غزل کی شعری اصطلاحات اور ستون 'ب' میں غزل کے شعر دیے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
مطلع	دور شباب چشم زدن میں گزر گیا
حسن مطلع	آگاہ راز ہو کے جہاں سے اٹھا شفیق
مقطع	یہ کون مسکرا کے ادھر سے گزر گیا

تلمیح (Allusion)

روح الامین کا بھی نہ گزر ہوسکا وہاں
انسان جس مقام پر بے بال و پر گیا

روح الامین حضرت جبریل کا لقب ہے اور انسان سے مراد یہاں رسول اللہ ہیں۔ اس شعر میں معراج کی رات کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شاعر جب اپنے کلام میں کسی تاریخی واقعے، فرضی حکایت یا مذهبی قصے کی طرف اشارہ کرتا ہے، شعر میں واقعے کے ایسے استعمال کو 'تلمیح' (allusion) کہا جاتا ہے۔

♦ اس کتاب میں شامل محمد سے تلمیح کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

پہلی بات : صنف غزل عربی اور فارسی شاعری کی روایات اور لفظیات لے کر اردو میں آئی تھی۔ اردو غزل نے ہندوستانی تہذیب کے اثرات بھی قبول کیے۔ جدید اردو غزلوں میں جہاں نئے موضوعات اور نئے خیالات ملتے ہیں، وہیں ہندی الفاظ کا استعمال بھی نئے رنگ و آہنگ کا پتا دیتا ہے۔ ذیل کی غزل میں یہ رنگ دیکھا جاسکتا ہے۔

جان پچان : ظفر کلیم کا اصل نام شمشیر خاں ہے۔ وہ ۱۹۳۸ء کو ناگپور میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم انھوں نے جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگپور میں حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ وہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۰ء تک شعبہ درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ وہ طالب علمی کے زمانے ہی سے شعر کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے ابتداء میں روایتی طرز کی شاعری کی اس کے بعد جدید لب و لبھ کی طرف راغب ہوئے۔ *طلسم غزل* (۱۹۸۱ء) اور *نوائے حرفاً خوش*، ان کی غزلوں کے مجموعے ہیں۔

من میں کیا ہے ، بولونا	چپ کیوں ہو ، لب کھولو نا
صدقہ تم پر نیند مری	میں جاگوں ، تم سولو نا
لب میلے ہوجاتے ہیں	عیب کسی کے کھولو نا
جھوٹ سے حاصل کیا ہوگا	چ کے موتی رولو نا
زہر بھرا ہے سانسوں میں	ان میں امرت گھولو نا
تن تو دھو دھو صاف کیا	من بھی تھوڑا دھولو نا
وہ پانی ، تم آگ ظفر	
کیا تھی ہے ، کھولونا	

معانی و اشارات

امرت گھولنا	- اچھا برتاؤ / اچھی باتیں کر کے ماحول کو موافق کرنا	لب کھولنا	- کچھ کہنا
To soften the rigidity		لب میلے ہونا	- براثر پڑنا
Secret, puzzle	- الگچن، راز	موتی رولنا	- موتی بکھیرنا

مشقی سرگرمیاں

درج ذیل الفاظ کے لیے غزل میں استعمال کیے گئے الفاظ
لکھیے۔

♦ الفاظ کے درمیان مناسب تعلق پہچان کر جوڑیاں لگائیں۔

متعلقة لفظ	قافية
عيـب	بـولـونـا
امـرـتـ	سـولـونـا
لـبـ	كـھـولـونـا
مـنـ	رـولـونـا
نـيـنـدـ	گـھـولـونـا
مـوـتـيـ	وـھـولـونـا

- ہونٹ دل جسم مشکل

غزل سے متضاد الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔ ♦♦♦

غزل سے صنعتِ اتضاد کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔ ♦♦♦

درج ذیل شعر کے بارے میں اپنی رائے لکھیے۔ ♦♦♦

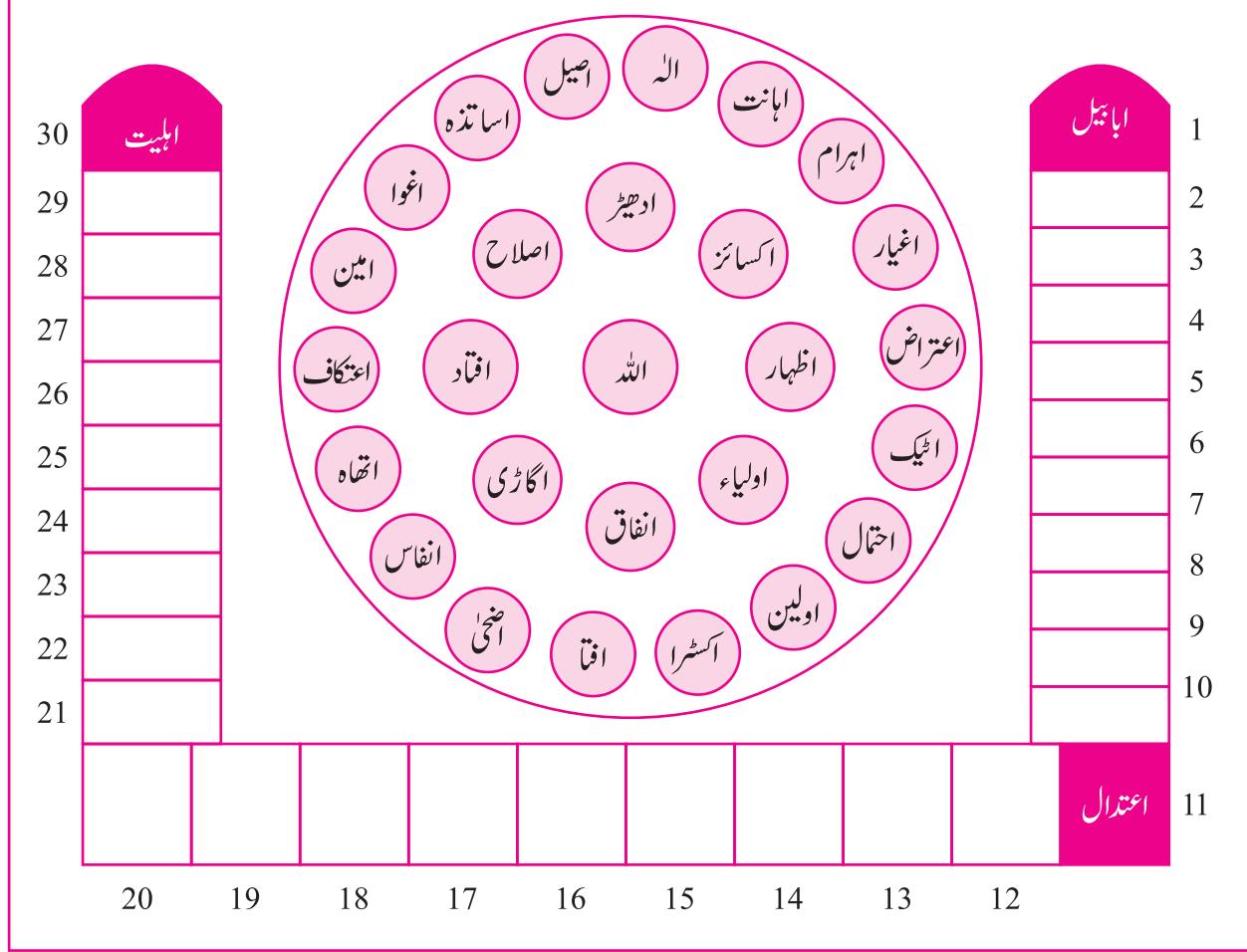
لب میلے ہو جاتے ہیں عیب کسی کے کھولو : درج ذیل اشعار کا مطلب بیان کیجیے۔ ♦♦♦

۱۔ زہر بھرا ہے سانسوں میں
ان میں امرت گھولو نا

بوجھو تو جانیں

سرگرمی

دائرے کے الفاظ کو خالی کالموں میں ابجدی، ترتیب سے لکھیے۔ کالم 1 اور 11 اور 30 اشارات ابجدی ترتیب میں دیے ہوئے ہیں۔





۹۔ رباعیات

پہلی بات : ایک خاص بھر میں چار مصروفوں میں کہی جانے والی نظم کو رباعی کہتے ہیں۔ اس میں کسی خاص مضمون کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ چوتھے مصروعے میں اس کا مفہوم انہا کو پہنچتا ہے۔ رباعی میں عموماً اخلاقی مضامین برترے جاتے ہیں۔ اردو میں احمد، آگر، جگت موہن لال روائی، فرائق وغیرہ مشہور رباعی گو شعرا ہیں۔

مرزا محمد رفیع سودا

جان پہچان : سودا ۱۳۷۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی اور شاعری میں شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے۔ وہ نواب شجاع الدولہ کی دعوت پر لکھنؤ آئے۔ اردو فارسی شاعری میں سودا نے تمام اصناف میں طبع آزمائی کی۔ انہوں نے غزلوں اور قصیدوں کے ساتھ رباعیاں بھی لکھیں۔ ۱۹۱۷ء میں لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

اسوس ، کریموں میں نہیں یہ دستور
مفلس پہ کرم کر کے نہ ہوویں مغرور
جھکتا ہے اگر شاخِ شردار کا ہاتھ
پھل دے کے وہیں آپ کو کھینچے ہے دور

مولوی اسماعیل میرٹھی

جان پہچان : مولوی محمد اسماعیل میرٹھی ۱۸۲۲ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ وہ بچوں کے شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ انہوں نے بچوں کی نصابی کتابیں بھی مرتب کیں جو آج تک مقبول ہیں۔ ان کی منظومات میں اخلاقی درس ملتا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔

تیزی نہیں منجملة او صافِ کمال
کچھ عیب نہیں اگر چلو ڈھیمی چاں
خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی
ہاں ، راہِ طلب میں شرط ہے استقلال

جگت موہن لال روائی

جان پچان:

پنڈت بابو جگت موہن لال روائی ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ کے شاعر مولانا عزیز سے وہ شاعری میں اصلاح لیا کرتے تھے۔ بحیثیت رباعی گوان کی اپنی شناخت ہے۔ ان کی رباعیوں میں اخلاقی درس پایا جاتا ہے۔ سادہ اور صاف ستری زبان میں وہ بڑی گہری بتیں اپنی رباعیوں میں بیان کرتے ہیں۔ ’روح روائی‘ ان کی رباعیوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۹۳۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

افلاس اچھا ، نہ فکرِ دولت اچھی
جو دل کو پسند ہو ، وہ حالت اچھی
جس سے اصلاح نفس ناممکن ہو
اس عیش سے ہر طرح کی مصیبত اچھی

سلام سندیلوی

جان پچان:

سلام سندیلوی قصہ سندیلہ، ضلع ہردوئی میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ گورکھپور یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بحیثیت لکھر تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ شاعری میں نگسمیت، نکہت، نور اور ساغرو بینا، ان کی اہم کتابیں ہیں۔ ’اردو ربانیات‘ ان کا تحقیقی مقالہ ہے۔

ممکن نہیں یہ کہ ہو بشر عیب سے دور
پر عیب سے نکیے تا بہ مقدور ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ ، پر خبردار رہو
گھٹنے سے کہیں ان کے نہ بڑھ جائے غرور

معانی و اشارات

Way of achieving the goal	-	مقصد کو پانے کا راستہ	-	راہ طلب	-	Rules, norms	-	قانون	-	دستور
Determination	-	کسی مقصد کے لیے قدم جمائے رکھنا	-	استقلال	-	Benefactor	-	مہربان	-	کریم
Poverty	-	افلاس	-	غربی	-	Fruit bearing tree	-	پھل دار درخت	-	شاخ شردار
Self reform	-	اصلاح نفس	-	خود کی درستگی	-	Accumulation of good values	{	اعلیٰ خوبیوں کا مجموعہ	-	مخملہ اوصاف
As per the capacity	-	تابہ مقدور	-	جهاں تک ہو سکے	-	Win	-	کمال	-	بازی لے جانا

مشقی سرگرمیاں

- ♦ رباعی کے مرکزی خیال کو تحریر کیجیے۔
- ♦ رباعی کے قافیے لکھیے۔
- ♦ دیے ہوئے الفاظ کی ضد لکھیے۔
- (1) افلام، پسند، ناممکن، مصیبت
- ♦ رباعی سے ہم معنی الفاظ کی جوڑی تلاش کر کے لکھیے۔
- ♦ شاعر کے افسوس کو واضح کیجیے۔
- ♦ شاعر شمردار کی مثال کو اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- ♦ رباعی کے مرکزی خیال کو قلم بند کیجیے۔
- (2) مفلس پر کرم کر کے نہ ہو ویں مغروڑ، اس مصروع کے
- ♦ شاعر کے اندیشے کو اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔
- ♦ اُن چیزوں کے نام لکھیے جن سے بچنے کی شاعر نے نصیحت کی ہے۔
- ♦ تیری کے پارے میں شاعر کی رائے لکھیے۔
- ♦ خرگوش اور کچوے کی دوڑ میں جیتنے والے کا نام لکھیے۔
- ♦ زندگی میں کامیابی کی شرط پر روشنی ڈالیے۔
- ♦ اسماعیل میرٹھی کی رباعی کا پیغام اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- (3) غرور لفظ سے صفت بنائیے۔
- ♦ رباعی میں جن کا موازنہ کیا گیا ہے ان کے نام لکھیے۔
- ♦ اصلاحِ نفس کے مفہوم کو واضح کیجیے۔
- ♦ شاعر کی ترجیح کو تحریر کیجیے۔

اضافی معلومات

رباعی

رباعی کو 'تزانہ' اور 'دو بیتی'، بھی کہا جاتا تھا۔ فارسی ادب میں رباعی کہنے کا رواج قدیم زمانے سے ہے۔ فارسی میں عمر خیام کی رباعیاں بے حد مقبول ہیں۔ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں خیام کی رباعیوں کے ترجمے ہوئے ہیں۔ اردو میں رباعی کا آغاز فارسی شاعری کے زیر اثر ہوا۔ ابتداء میں بعض دکنی شعر اجیسے قطب شاه اور ملا وجہی نے رباعیاں کہیں۔ ان کے بعد شمالی ہند میں رباعی لکھنے کا رواج ہوا۔ ابتدائی دور کے شعرا میں میر تقی میر، مسحیحی، میر حسن اور جعفر علی حسرت لکھنوی نے بھی رباعیاں کہی ہیں۔ ان کے بعد میر انیس اور دییر نے اردو میں رباعی گوئی کی روایت کو استحکام بخشا۔ مولانا الطاف حسین حاتی نے بھی رباعیاں لکھی ہیں۔ بیسویں صدی میں رباعی گوئی کی روایت میں زیادہ مضبوطی آئی۔ امجد حیدر آبادی اور جگت موہن لال رواں صرف رباعی لکھنے کے لیے مشہور ہیں۔ جوش ملیح آبادی، یگانہ چنگیزی اور فراق گورکھپوری نے رباعی کی طرف خاص توجہ دی اور کثرت سے رباعیاں کہیں۔



اضافی مطالعہ

ہوائی محل

شوکت تھانوی

پہلی بات : ڈراما ادب کی وہ صفت ہے جس میں کسی کہانی یا واقعہ کو دیکھنے والوں کے سامنے عملی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

اسٹچ پر ڈرامے کے کردار نگاہوں کے سامنے موجود ہوتے ہیں اور اپنی اداکاری اور مکالموں کے ذریعے واقعات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ پورا عمل نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ صفت افسانہ اور ناول سے بالکل مختلف ہے جس میں واقعات تحریری شکل میں بیان کیے جاتے ہیں۔ افسانہ اور ناول کے برخلاف ڈراما صرف ادبی صفت نہیں۔ اس کی کامیابی کا دار و مدار اسٹچ کے لوازمات اور اداکاروں کی اداکاری پر ہوتا ہے۔ عمل ڈرامے کی جان ہے اور جب تک عمل میں کش مکش اور تصادم نقطہ عروج (کلینکس) پر نہ پہنچیں، ڈراما بھر پور تاثر نہیں چھوڑتا۔

دوسری اضافی ادب کی طرح ڈراما بھی ارتقا کی منزلوں سے گزرا ہے۔ اس کی ابتدائی شکل سوانگ اور نقل تھی۔ پھر اسٹچ پر ڈرامے کھیلے جانے لگے۔ اس وقت مائیکروفون کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور ناظرین اداکاروں کے حرکات و سکنات اور جذباتی اُتار چڑھاؤ کا باریکی سے مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے اداکاری میں غلو سے کام لیا جاتا تھا اور مکالے بلند آواز میں ادا کیے جاتے تھے۔ ڈرامانگار بھی اپنی ساری قوت مکالمہ نگاری پر صرف کرتا تھا۔ مکالے خاصے طویل ہوتے تھے اور ان میں گھن گرج اور خطابت کا انداز نمایاں ہوتا تھا۔ قدیم اردو ڈراموں میں مقفلی مکالے استعمال ہوتے تھے اور جا بجا اشعار کی مدد سے ان میں زور پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ طوالت اور تکنیک کے اعتبار سے ڈرامے کی دو قسمیں ہیں: طویل ڈراما اور یک بابی ڈراما۔ طویل ڈراما متعدد ابواب پر مشتمل ہوتا ہے جس کی کہانی میں چند واقعات مربوط ڈھنگ سے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف یک بابی ڈراما کسی ایک واقعے، حالت یا کردار کے گرد گھومتا ہے۔

تاثر کے اعتبار سے بھی ڈرامے کی دو قسمیں ہیں؛ ایک الیہ جس کا تاثر المناک اور انجام دردناک ہوتا ہے اور دوسرا طریقہ جس کا تاثر مسرت بخش اور انجام خوش گوار ہوتا ہے۔

ریڈیو کی ایجاد کے بعد ڈرامے کے فن میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اب ڈرامانگاہوں سے اوچھل ہو کر صرف سننے کی چیز رہ گیا ہے۔ ریڈیو ایئی ڈرامے میں آواز کے اُتار چڑھاؤ اور صوتی تاثرات کے ذریعے ڈرامائی عمل، جذباتی کشمکش اور تصادم کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ہوائی محل، مراجیہ ڈراما ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کیسے کیسے ہوائی محل بناتا ہے۔

جان پچاہن:

شوکت تھانوی کا اصل نام محمد عمر تھا۔ وہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پروشن پائی اور یہیں سے ان کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ انہوں نے افسانے، ریڈیو ڈرامے اور خاکے لکھے لیکن شہرت مزاح نگاری کی وجہ سے ملی۔ معمولی باتیں اور روزمرہ کے واقعات کو ظریفانہ انداز میں پیش کرنا ان کا خاص وصف تھا۔ رسم و رواج، سماجی کمزوریوں اور انسانی برتاؤ کے مضمکہ خیز پہلوؤں پر انہوں نے بڑے خوب صورت انداز میں طنز کیا ہے اور ہستے ہنساتے بڑے پتے کی باتیں کہہ ڈالی ہیں۔ سودیشی ریل، طوفانِ تبسیم، اور سیلا بِ تبسیم، ان کی چند مشہور کتابیں ہیں۔ ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء کو ان کا انتقال ہوا۔



(منشی جی کی بیوی چولھا پھونک رہی ہے)

بیوی : موئی گیلی لکڑیاں اٹھا کر دے دیں۔ جیسے خیرات ہی میں تو دی ہیں۔

(دروازہ کھلتا ہے اور منشی جی آتے ہیں)

منشی جی : ارے بھتی، کہاں گئیں؟ لا حول ولا قوۃ! وہی ہانڈی چولھا۔ چھوڑو بھی اسے۔ میں پوچھتا ہوں کوئی تارتو نہیں آیا؟

بیوی : تار؟ ... کیسا تار؟

منشی جی : یعنی معلوم ہے آج سات تار تارخ ہے۔ آج ہی تو تار آئے گا اس لاطری کا۔ وہ ٹکٹ بھی رکھ لیا ہے سنہال کے؟ پہلے وہ مجھے نکال کر دو۔

بیوی : ٹکٹ نکالے دیتی ہوں مگر ہانڈی میں دیر ہو جائے گی اور نسیم اسکول سے آ کر میرا سر کھائے گا۔

منشی جی : جاؤ جاؤ، تم ٹکٹ نکالو۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

منشی جی : کون ہے بھائی؟

سلیم : میں ہوں سلیم!

منشی جی : تو آ جاؤنا، تم سے چھپتا کون ہے؟

سلیم : آداب عرض!

منشی جی : جیتے رہو، کہو خیریت ہے؟ لصون اور بچے سب اچھے ہیں؟

سلیم : جی ہاں، سب اچھے ہیں۔ اُن کو نزلہ ہے۔ بڑا بچہ بخار میں بنتلا ہے اور چھوٹے کے چیپ نکل آئی ہے۔

منشی جی : (بات کاٹ کر) خیر خیر، بہر حال خیریت ہے۔ راستے میں تار گھر کا کوئی آدمی لال بائیسکل پر نظر تو نہیں آیا؟

سلیم : جی نہیں تو، کیوں خیریت تو ہے؟

منشی جی : ہاں! ایک تار کا انتظار تھا۔ یہاں یہ تم نے زرد باغ کے چورا ہے کے قریب لال رنگ کی دو منزلہ کوٹھی دیکھی

ہے؟ جس کے سامنے ذرا باغ وغیرہ لگا ہوا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ چن۔

سلیم : جی ہاں، وہ کوٹھی جو آج کل بک رہی ہے؟

منشی جی : ہاں اور کیا۔ میرا خیال ہے لے لوں، پڑی رہے گی۔

(منشی جی کی بیوی داخل ہوتی ہے)

سلیم : آداب عرض بھائی جان!

بیوی : جیتے رہو، اچھے تو ہو؟ (مشی جی سے) لو یہ ٹکٹ سنجا لو۔

مشی جی : ہاں یہی ہے، تو میاں سلیم! ویسے تو بربی نہیں ہے۔ وہ اس کے چالیس ہزار مانگتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پنیتیس تک دے دیں گے۔

بیوی : کیا چیز؟

مشی جی : بھی آج ایک کوٹھی دیکھی ہے۔ اچھی خاصی ہے۔ بجائے اس کے کہ زمین خریدی جائے، پھر اس پر عمارت بنے، چمن لگایا جائے، میرے خیال میں تو اگر یہ کوٹھی مل جائے تو سب سے اچھا۔ ابھی نئی ہے۔ شاید دس برس کی ہو۔

بیوی : تو کون لے رہا ہے وہ کوٹھی؟

مشی جی : پھر وہی، ارے صاحب! میرا ہی ارادہ ہے۔ اور کون لیتا۔ اور میاں سلیم! موڑ رکھنے کی بھی جگہ ہے۔ (بات کاٹ کر) مجھے یہ شیخ چلپوں سی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔

مشی جی : شیخ چلپوں سی باتیں! تم بے وقوف ہو۔ جب اس کوٹھی میں بیٹھو گی رانی بن کر تو اس وقت پوچھوں گا مزاج شریف۔

سلیم : آخر معلوم تو ہو کہ قصہ کیا ہے؟ یعنی کیا آپ واقعی خرید رہے ہیں کوٹھی؟

مشی جی : ہاں بھائی، خیال تو ہے میرا۔ آج ایک ہفتے سے اسی چکر میں تھا۔ پہلے تو ایک نقشہ بنوایا۔ وہ کدھر گیا نقشہ؟ میں نے کہا سنتی ہو؟... لا حول ولا قوّة! وہ پھر چوٹھے کے پاس پہنچیں۔

بیوی : اے، ہانڈی جلی جارہی تھی۔ آخر میں کیا کروں تھماری اوٹ پٹانگ سن کر۔ نہ کسی بات کا سر نہ پیر۔

مشی جی : اچھا تم نہ سنو، لیکن میرا بستہ تو دے دو جس میں نقشہ رکھا ہے۔

سلیم : کیا نقشہ آپ کو پسند نہیں آیا؟ مگر سوال یہ ہے کہ...

مشی جی : (بات کاٹ کر) نقشہ تو اچھا ہے مگر بھائی میں ذرا جلد باز واقع ہوا ہوں۔ یہ کوٹھی تیار کھڑی ہے اور نقشے والی کوٹھی بنوانے کے لیے انتظار کی ضرورت ہے میاں۔

بیوی : (آتے ہوئے) لو، سنجا لو یہ بستہ۔

مشی جی : ادھر آؤ، کھسک آؤ میاں سلیم۔ کدھر گیا میرا چشمہ؟ توبہ توبہ! یہ لو ہے کی کمانی کے چشمے بھی کتنے ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک شریف آدمی کے پاس کم سے کم ایک درجن چشمے ہونے چاہئیں۔ سب الگ الگ وضع کے اور سب سونے کی کمانی کے۔ ہاں، یہ رہا چشمہ۔ دیکھو میاں سلیم! یہ نقشہ ہے۔

- بیوی :** سلیم، ذرا ان سے پوچھو کہ روپیہ کہاں ہے؟
- نشی جی :** تم پھر وہی...، ارے روپے کی کیا بات ہے یہاں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس وقت ایک دم سے چھپر پھٹ پڑے تو آخر کیا ہو گا؟ ہم تو اپنے انتظام سے رہیں۔
- سلیم :** آخر یہ معمای کیا ہے؟ میں تو خود حیران ہوں۔
- نشی جی :** تم ان کو کہنے دو۔ تو اس نقشے میں میں نے ایک حوض بھی رکھا دیا تھا، جس میں ایک فوارہ ہوتا اور انگلین مچھلیاں اس میں ڈالوادیتا۔ یہ بات لال کوٹھی میں نہیں ہے مگر حوض بنانے کی جگہ ضرور ہے۔ الہذا کوئی بات نہیں، حوض کسی بھی وقت بن سکتا ہے۔
- بیوی :** اچھا، تم خیالی پلاو پکاتے جاؤ مگر میں تو ہانڈی دیکھوں۔
- نشی جی :** جاؤ، میرا کیا ہے مگر بعد میں تم ہی کہو گی کہ کسی صلاح مشورے میں شریک نہیں کیا۔ میں تو یہ کہتا تھا کہ تم بھی چل کر کوٹھی دیکھ لیتیں، مگر خیر... اب کل پرسوں تک موڑ میں چل کر دیکھ لینا۔
- بیوی :** موڑ پر نہیں، ہوائی جہاز پر۔
- نشی جی :** کیا معنی؟ یعنی تم غلط سمجھتی ہو۔ آخر میں کیا گھاس کھا گیا ہوں جو موڑ کمپنیوں کی فہرستیں بٹورتا پھروں۔ میاں سلیم! میرے نزدیک تو موڑ کی خوبی یہ ہے کہ تیل کم خرچ ہو اور اس کا ہر پر زہ آسانی سے مل سکے مگر میں نے طے کیا ہے کہ میں ایک چھوٹی سی گاڑی رکھوں گا، روزمرہ کے لیے اور ایک ذرا قیمتی اور بڑی بھی ہونا چاہیے۔
- سلیم :** یعنی یہ سچ مجھ کی سڑکوں پر چلنے والی موڑ؟
- نشی جی :** بھی عجیب احمد ہو تم بھی! اور نہیں تو کیا کوئک دار بچوں کا کھلونا؟
- بیوی :** اے تو وہ کیا جانیں، تم بھی تو پہلیاں بھاتے ہو۔
- نشی جی :** سنو میاں سلیم! میں نے بہت سی موڑوں کے متعلق تحقیقات کی ہے اور جو دونوں نے پسند کیے ہیں ان کی تصویر دکھاتا ہوں تمھیں۔ اس فہرست میں ہے۔ (فہرست کھول کر) یہ دیکھو! یہ تو ہے چھوٹی موڑ۔
- سلیم :** بڑی خوب صورت ہے۔
- نشی جی :** پھر تیل بھی کم خرچ ہوتا ہے اور ایسی چھوٹی بھی نہیں، بس مناسب ہے۔ اس کی گدیاں ایسی چک دار ہوتی ہیں کہ... تم شاید کبھی موڑ پر نہیں بیٹھے۔ بس یہ سمجھ لو کہ عمدہ قسم کا صوفہ۔ بہر حال مناسب ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے..... خیر کمیشن کاٹ کر کوئی تیس ہزار کے قریب ہو گی۔
- بیوی :** اور تمھارے پاس تیس ہزار رکھے ہوئے ہیں۔ پہلے تقاضا کرنے والوں کے منہ تو بند کرو۔ چلے ہیں وہاں سے ہوائی قلعے بنانے۔ گھر میں نہیں دانے اتماں چلیں بھنانے۔

مشی جی : ارے صاحب، تو کیا میں لے آیا ہوں موڑ؟ میں تو ایک بات کہتا ہوں کہ اگر لینا ہی پڑ جائے تو میں بالکل کورا تو نہ رہوں۔

سلیم : مگر میری عقل حیران ہے کہ آج یہاں یہ کیسی باتیں ہو رہی ہیں۔ آخر قصہ کیا ہے؟ کچھ معلوم بھی تو ہو۔
بیوی : تمہارے بھتیا کہیں ڈاکا ڈالنے والے ہیں شاید۔

مشی جی : پھر وہی... ارے صاحب! میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ناممکن ہے؟
سلیم : مگر آج آپ کو یہ خیال کیسے آیا؟ بیٹھے بھٹھائے... آخر یہ بڑے آدمیوں کی سی بڑی باتیں بلاوجہ تو نہیں ہو سکتیں۔
مشی جی : بھتی بات یہ ہے کہ اب کے میں نے بھی لاٹری کا ٹکٹ لیا ہے۔

سلیم : لاٹری کا ٹکٹ...! (تھقہہ گاتا ہے)
مشی جی : یعنی تم بھی ہنس رہے ہو۔ خدا کرے ابھی تھوڑی دیر میں مجھ کو تم دیور بھا بھی پر ہنسنا پڑے۔ یعنی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس میں ہنسنے اور مذاق کرنے کی کون سی بات ہے۔ لاکھوں آدمی ہر سال لاٹری کا ٹکٹ خریدتے ہیں اور کوئی سال ایسا بھی نہیں جاتا جب کسی نہ کسی کے نام انعام نہ نکلے۔ پھر میں نے کون سی حماقت کی ہے جس پر آپ لوگوں کی ہنسی رکتی ہی نہیں؟

سلیم : بھائی صاحب! ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب ہوائی منصوبے ہیں گویا۔
مشی جی : یہاں دُنیا اُمید پر قائم ہے۔ تم چلے ہو وہاں سے ہوائی منصوبے لے کر اور جو اسی بہانے سے میری قسمت میں دولت لکھی ہو تو؟

سلیم : بھائی صاحب! خدا کرے اب آپ ہی کو انعام مل جائے مگر لاٹری کے انعام کی اُمید پر اس طرح کا انتظام کرتے ہوئے میں نے آپ ہی کو دیکھا ہے۔

مشی جی : انتظام! تو آخر میں نے کون سا انتظام کیا ہے؟ یہی نا کہ کوٹھی اپنی نظر میں ہے اور موڑ کے لیے فیصلہ کر لیا ہے تاکہ عین وقت پر کم سے کم یہ نہ ہو کہ کوٹھی کی جگہ جلدی میں زمین خرید لی جائے اور موڑ کی جگہ پانی چھڑکنے کی گاڑی۔ آپ ہیں صاحزادے..... اس کو انتظام نہیں بلکہ دور اندیشی کہتے ہیں۔ میرے ذہن میں انعام پانے کے بعد کی تمام اسکیم موجود ہے تاکہ اس وقت کچھ سوچنا نہ پڑے۔

سلیم : خدا کرے انعام مل جائے۔ سمجھی کے دن پھر جائیں گے...
مشی جی : (بات کاٹ کر) دن پھر جائیں گے؟ یقین جانو کہ میں تو تمہاری طرف سے استغفاری لکھ چکا ہوں۔ یہ دیکھو بستے میں۔ (بستہ ٹولتا ہے) میرا اور تمہارا استغفاری لکھ رکھا ہے۔ یہ دیکھو، یہ رہا۔

سلیم : آپ کا استغفاری تو ٹھیک ہے، مگر میرا...

مشی جی : (بات کاٹ کر) کیا خوب! یعنی اب دُنیا کو مجھ پر ہنسواو گے بھی کہ لکھ پتی کا بھائی چالیس روپی کی نوکری کرتا پھرتا ہے میوسپیٹ میں۔ تم جاندار کا کام دیکھنا۔ میں نے دو گاؤں اور ایک باغ پہلے سے تجویز کر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اور جاندار بھی تو آخر خریدی جائے گی۔ روپیہ محض اڑتا تو ہے نہیں۔

سلیم : تو بھا بھی جان کو بلا لیجئے نا۔ ان کوشاید کسی بات کی خبر نہیں ہے۔

مشی جی : (آواز دے کر) ارے صاحب! میں نے کہا سنتی ہو؟

بیوی : ہاں! سن رہی ہوں۔ نسیم کو کھانا کھلا رہی تھی۔ (قرب آ کر) وہی بے پر کی اڑار ہے ہوں گے۔

مشی جی : دیکھا میاں سلیم تم نے؟ اسی لیے نہیں بلا تا تھا۔

سلیم : بھا بھی جان پیٹھے جائیے نا! بھائی جان نے دو گاؤں اور ایک باغ بھی تجویز کر رکھا ہے اور ہم دونوں کے استغفے تیار ہیں۔

بیوی : تو پھر ان کے پاس تار آ چکا ہوگا۔ یہ بن رہے ہیں۔

مشی جی : تار آ چکا ہوتا تو میں اس کبڑا خانے میں اس طرح بیٹھا ہوتا؟ لا حول ولا قوہ! ہر چیز عجیب ہے اس گھر کی۔ یہ گھڑ و نچی ملاحظہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرانی وضع کا ہل رکھا ہوا ہے۔ یہ چار پائیاں ہیں جن پر ہم لوگ سوتے ہیں۔ میں تو اپنے باغ کے مالی کے لیے بھی اس قسم کی چار پائیاں مناسب نہیں سمجھتا۔ یہ دیکھیے میاں سلیم! یہ بیگم صاحبہ کے کپڑے... معلوم ہوتا ہے جیسے گھوسن.....

بیوی : ارے خوب یاد دلایا۔ وہ گھوسن موئی میرا ناک میں دم کیے ہوئے ہے۔ کہہ گئی ہے کہ جب تک پچھلے مہینے کا حساب پورا نہیں ہوگا، ایک قطرہ بھی دودھ نہ دے گی۔

مشی جی : میں تو اب اس سے دودھ ہی نہیں لے سکتا۔ گندی، گھناؤنی۔ بیمار گائیوں کا دودھ دے دے کر اور اس میں پانی ملا ملا کر صحیتیں خراب کر دیں۔ اب دودھ، مکھن، بالائی وغیرہ کسی انگریزی ڈیری سے آیا کریں گے۔ دام ضرور زیادہ جائیں گے مگر چیز تو اچھی ہوگی۔

بیوی : خیر وہ تو بعد کی بات ہے۔ پہلے اس کا حساب تو چکا ہو اور اسی پر کیا ہے... بنیا الگ آدمی پر آدمی بھیج رہا ہے۔ مکان دار کو جب دیکھیے، مکان خالی کرنے کی دھمکی لیے ہوئے دروازے پر کھڑا ہے۔ تم تو رہتے ہو دن بھر گھر کے باہر اور ناکوں پنے چبانے پڑتے ہیں مجھ کو۔

مشی جی : (ذریں کر) یہی سب تقاضا کرنے والے کل اس بات پر فخر کریں گے کہ ایک لکھ پتی بھی ان کا مقر و پرض رہ چکا ہے۔

بیوی : تواب تمحضی ان کو آ کر سمجھانا۔ روز آ کر میرا دماغ خالی کرتے ہیں۔
(کنڈی کھڑکھڑانے کی آواز۔ تار والا آواز دیتا ہے)

تار والا : تار لے جائیے۔

مشی جی : (گڑ بڑا کر) تار... سنتی ہو... تار... میاں سلیم تار! (دوڑ کر باہر جاتا ہے)
سلیم : یہ تو واقعی تار ہے... تار... یعنی... واقعی تار!

بیوی : واہ رے تیری شان۔ تو نے دن پلٹ دیے۔

مشی جی : (ڈرتے ہوئے آتے ہیں) بھی ایک روپیہ ہے؟ مگر تمہارے پاس کہاں۔ میاں سلیم! ایک روپیہ ہو تو تار والے کو دے دو۔

بیوی : اے دیکھو کتنا انعام نکلا؟ بسم اللہ کہہ کر کھولنا تار۔ واہ رے تیری شان۔

مشی جی : بھی تمہارے ہاتھ مبارک ہیں تمحضی کھولو۔ میرے تو ہاتھ اس وقت کا نپ رہے ہیں۔ دستخط کرنے کی جگہ لکھ گیا تھا لکھ پتی۔

سلیم : کیا کہا؟ لکھ پتی لکھ گئے تھے؟ تو بھائی صاحب غلط ہی کیا لکھے تھے؟

مشی جی : ارے بھی تو اسے کھولنا جلدی... جلدی!

بیوی : اے، تم خود کیوں نہیں کھولتے؟

مشی جی : نہیں، تم کھولو! بسم اللہ کر کے۔ مجھے تو کچھ اختلاف سا ہورہا ہے۔

بیوی : (تار کھوتی ہے) لو پڑھو۔

مشی جی : لینا سلیم میاں۔ دیکھو تم کتنی ہے؟ کہہ گیا میرا چشمہ؟

سلیم : ارے!

مشی جی : کیوں، کیا بات ہے؟

سلیم : محمود بھائی کا تار ہے۔ کل شام بھا بھی جان زینے سے گر پڑیں۔ پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

بیوی : ہائے! یہ کیسے ہوا؟ (روتی ہے)

مشی جی : کیا بری خبر دی کم بخت نے۔ سوچا تھا کیا اور کیا ہو گیا۔

مشقی سرگرمیاں

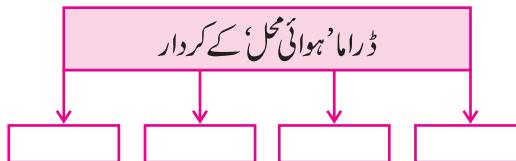
۳۔ کھیتوں میں استعمال کیا جانے والا آلہ

- ۲۔ دودھ بیچنے والی
- ♦ ذیل کی خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔
- ۱۔ کوٹھی کی قیمت :
- ۲۔ کارکی قیمت :

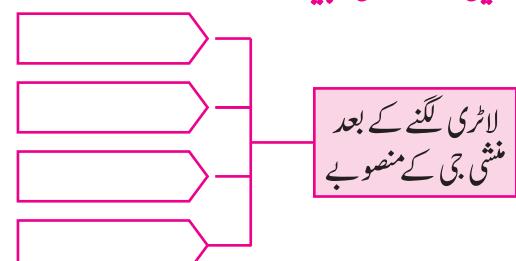
❖ مصنف جن لوگوں کا ممنوع ہے ان کے نام لکھیے۔
سبق سے محاورے تلاش کر کے لکھیے۔
❖ ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔



- ❖ تارکو لئے وقت مشی جی اور ان کی بیوی کی کیفیتیں لکھیے۔
- ❖ مشی جی کی ملازمت سے استغفاری دینے کی وجہ تحریر کیجیے۔
- ❖ گھون کی بجائے انگریزی ڈیری سے دودھ، مکھن اور بالائی خریدنے کی وجوہات لکھیے۔



❖ ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔



❖ ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

❖ خیالی باتوں کے لیے سبق میں جو مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں انھیں لکھیے۔

❖ 'لاحول ولا قوۃ' اس کلمے کو مکمل کیجیے۔

❖ درج ذیل فقروں کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

۱۔ باغ کی دیکھ بھال کرنے والا

۲۔ وہ چیز جس کے اوپر پانی کے گھڑے رکھتے ہیں

اضافی معلومات

مخالفات و نشانات

اس کتاب میں اردو لکھنے کے لیے جو رسم الخط استعمال کیا گیا ہے، اسے نستعلیق کہتے ہیں۔ اس طرز تحریر میں چند مخصوص مخالفات اور نشانات کا چلن عام ہے۔ ان کی معلومات آپ کو اردو پڑھتے وقت مدعا کر ثابت ہوگی۔

مکمل شعر یا بند لکھنے سے پہلے بنایا جاتا ہے۔	بیت / شعر کا نشان	۔	.1
مصرع لکھنے سے پہلے بنایا جاتا ہے۔	مصرع کا نشان	ع / ء / ع	.2
یہ نشان شاعر کے تخلص پر بنایا جاتا ہے۔	اسے خط بت کھا جاتا ہے۔	۔	.3
تحریر میں صفحہ کی آخری سطر کے بعد لکھا جاتا ہے۔ انگریزی مخفف تحریر میں صفحہ کی آخری سطر کے بعد لکھا جاتا ہے۔ انگریزی مخفف	یہ ورق الیٹ، کا مخفف ہے۔	و - الاف	.4
عبارت یا شعر کو مکمل نقل کرنے کی بجائے عبارت کے ابتدائی الفاظ لکھ کر اسے لکھا جاتا ہے یعنی مکمل عبارت مراد ہے۔	یہ ایل آخڑہ کا مخفف ہے یعنی عبارت کے آخر تک	اخ	.5
عبارت یا متن سے کسی لفظ یا کسی حصے کو حذف یا ختم کرتے ہوئے ان کی جگہ یہ نشان بنایا جاتا ہے۔	تین یا تین سے زائد نقطے6

خط نویسی

خط لکھنا ایک فن ہے۔ خط میں اپنے خیالات و احساسات کو مختصر اور جامع انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں خط کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ سابقہ جماعتوں میں آپ زبان و ادب کے مشہور افراد کے خطوط کا مطالعہ کرچکے ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہم اپنے متعلقین کو پابندی سے خلکھا کرتے تھے لیکن ٹیلی فون، موبائل، ای میل اور رابطے کے دیگر جدید ترین وسائل کے مروج ہو جانے کی وجہ سے خطوط کا لکھنا کم ہوتا جا رہا ہے لیکن خط کے ذریعے تبادلہ خیالات میں کمی آجائے کے باوجود اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خط کی دو فرمیں ہیں۔

غیر رسمی خط

رشته داروں، دوستوں وغیرہ کو لکھا جانے والا خط

رسمی خط

عریضہ، درخواست، کاروباری خط

موجودہ دور میں خط لکھنے کے لیے ای میل اور دیگر تکنیکی وسائل کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ مستقبل میں ان وسائل کا بہت زیادہ استعمال ہو گا اس لیے تکنیک کے پیش نظر خط نویسی کے اس طریقے کو متعارف کیا جا رہا ہے۔

غیر رسمی خط	رسمی خط
تاریخ	تاریخ
القب و آداب	مكتوب الیہ کا نام، عہدہ رابطہ کا پتہ
احوال کا اظہار اور خیریت پری	القب
آپسی معاملات کا اظہار	مقصد
رشته اور تعلق کے لحاظ سے جملے	خط کا مضمون: تمہید، موضوع کی مختصر تفصیل، تجویز
اختتامی کلمات	مكتوب نگار کے دستخط نام اور پتا
مكتوب نگار کے دستخط	انسلاکات: اگر خط / عرضے کے ساتھ کوئی دستاویزی کا غذ مسلک کیا جا رہا ہے تو اس کا تذکرہ۔
نام اور پتا	

جانچ کے نکات: پانچ نمبرات پر مشتمل اس تحریری سرگرمی کی قدر پیمائی کے لیے خط، خط کا خاکہ، مقصد، القاب، نفسِ مضمون اور پیشکش کے پیش نظر نمبرات دیے جائیں۔ نفسِ مضمون پر خاص توجہ دی جائے۔

نمونہ سرگرمی برائے خط نویسی

دیے گئے کل مہاراشر مقابله دینیات سلسلہ نمبر ۳، سے متعلق اعلامی کو بغور پڑھیے اور ہدایت کے مطابق سرگرمی کو مکمل کیجیے۔

اُردو پروگرامیو ٹیچرس ایجوکیشنل کلچرل سوسائٹی (UPTECS)
کے زیر انتظام

کل مہاراشر مقابله دینیات سلسلہ نمبر ۳

مقام: اے۔ آر۔ ایم ملٹی پرپز ہال، ناندگاؤں

بروز پیر اور منگل، کیم اور ۲ جنوری ۲۰۱۸ء

مضمون نویسی

بروز منگل، ۲، رجنوری ۲۰۱۸ء
صح نوبجے تادو پھر ایک بجے

عنوانات

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

سردار کوئین کے فرمان اور ہم

محمد۔ امن اور سلامتی کے علمبردار

تقریبی مقابلہ

بروز پیر، کیم جنوری ۲۰۱۸ء
صح ۹ بجے تا شام

سینئر گروپ

جماعت نہم تا دهم

جونیئر گروپ

جماعت پنجم تا هشتم

انعامات: اول: شیلد + 2500 روپے نقد + سرٹیفیکیٹ

دوم: کپ + 2100 روپے نقد + سرٹیفیکیٹ

سوم: گفتہ پیپر + 1700 روپے نقد + سرٹیفیکیٹ

آپ کو مدعو کرتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ امید کہ مقابلے میں شریک ہو کر رحمت و عقیدت کا ثبوت دیں گے۔

سکریٹری ——————
المنتظرین

صدر

سوال ۱: آپ کے چھوٹے بھائی نے اس تقریبی مقابلے میں اول انعام حاصل کیا ہے۔ اسے تہنیتی خط لکھیے۔

سوال ۲: آپ کے دوست نے مضمون نویسی مقابلے میں حصہ لیا۔ انعام نہ ملنے کی وجہ سے بہت مايوں ہے۔
حوالہ افزائی کے لیے خط لکھیے۔

سوال ۳: انھی تاریخوں میں آپ کے اسکول میں 'سالانہ تقریب' کا انعقاد ہوا ہے۔ آپ کے اسکول کے طلبہ
اس مقابلے میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس کے لیے مذعرتی خط صدر و سکریٹری کے نام لکھیے۔
(نکات میں اضافے کی اجازت ہے)

خلاصہ نویسی

تلخیص یا خلاصہ نویسی دراصل پڑھے گئے لسانی مواد کی تفہیم کے حاصل کی جائی ہے یعنی طلبہ نے مثال کے طور پر جو سبق پڑھا تو اسے سمجھ کر وہ پڑھے گئے مواد کو اپنے لفظوں میں کس حد تک بیان کر سکتا ہے۔ تفصیلی مواد کا خلاصہ تحریر کرنا اہم تحریری مہارت ہے۔ اس سرگرمی کو فروع دینے کے لیے خلاصہ نویسی کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ خلاصہ صرف سطروں کی کافی چھانٹ یا جملے کم کر کے لکھنا نہیں ہے بلکہ کسی مفصل خیال کو جامع اور مختصر انداز میں تحریر کرنا ہے۔

- ☆ خلاصہ تحریر کرنے سے قبل - عبارت کو دو تین مرتبہ غور سے پڑھ لیا جائے۔
- ☆ عبارت کے مرکزی خیال کو اچھی طرح ذہن شین کر لیا جائے۔
- ☆ خلاصہ تحریر کرتے وقت - عبارت کے جملے، الفاظ، تراکیب کو ہو بہو نقل نہ کیا جائے۔
- ☆ صرف مرکزی خیال اور اہم نکات کو اختصار کے ساتھ اپنے جملوں میں لکھا جائے۔
- ☆ خلاصے کی عبارت ادھوری محسوس نہ ہو اور نہ ہی کسی نکتے کو نظر انداز کیا جائے۔

خلاصے کا نمونہ - ۱

☆ دیے ہوئے اقتباس کو پڑھ کر خلاصہ لکھیے۔

احاطے کے شماں گوشے میں ایک نیم کا درخت ہے۔ کچھ دن ہوئے ایک وارڈر نے اس کی ٹہنی کاٹ ڈالی تھی اور جڑ کے پاس پھینک دی تھی۔ بارش ہوئی تو تمام میدان سر سبز ہونے لگا۔ نیم کی شاخوں نے بھی زرد چیڑھے اُتار کر بہار کی شادابی کا نیا جوڑا پہن لیا۔ جس ٹہنی کو دیکھو ہرے ہرے پتوں اور سفید سفید پھولوں سے لدرہی ہے لیکن اس کٹی ہوئی ٹہنی کو دیکھیے تو گویا اس کے لیے کوئی انقلاب حال ہوا ہی نہیں، ویسی ہی سوکھی پڑی ہے۔

یہ بھی اس درخت کی ایک شاخ ہے جسے برسات نے آتے ہی زندگی اور شادابی کا نیا جوڑا پہننا دیا۔ یہ آج بھی دوسری ٹہنیوں کی طرح بہار کا استقبال کرتی ہے مگر اب اسے دنیا کے موسمی انقلابوں سے کوئی سروکار نہ رہا۔ بہار و خزاں، گرمی اور سردی، خشکی و طراوت اس کے لیے سب یکساں ہو گئے۔

کل دوپہر کو اس طرف سے گزر رہا تھا کہ یکاکی اس شاخ بریدہ سے پاؤں ٹکرا گیا۔ میں رُک گیا اور اسے دیکھنے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ انسان کے دل کی سرز میں کا بھی یہی حال ہے۔ اس باغ میں بھی امید و طلب کے بے شمار درخت اُگتے ہیں اور بہار کی آمد کی راہ تکتے رہتے ہیں لیکن جن ٹہنیوں کی جڑ کٹ گئی اُن کے لیے بہار و خزاں کی تبدیلیاں کوئی اثر نہیں رکھتیں۔ کوئی موسم بھی انھیں شادابی کا پیغام نہیں پہنچا سکتا۔

احاطے کے گوشے میں نیم کا درخت ہے۔ وارڈر نے اس کی ٹھنڈی کاٹ کر پھینک دی۔ بارش ہوئی تو میدان اور نیم کی شاخوں پر ہریالی اور سربزی آگئی۔ درخت کی ٹھنڈیاں ہرے پتوں اور سفید پھولوں سے لد گئی مگر کٹی ہوئی ٹھنڈی یونہی سوکھی رہ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ موسم کی تبدیلی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ سب موسم اس کے لیے یکساں ہو گئے۔ ٹھنڈی کی اس حالت کو دیکھ کر احساس ہوا کہ انسان کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جو لوگ حق کی جڑ سے کٹ گئے ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔

جانچ کے نکات: جانچ کے دوران خیالات کا تسلسل، متن کا مرکزی خیال، صحتِ زبان اور اختصار کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

درسی، غیر درسی اقتباس پر مبنی سرگرمیاں

اقتباس پر مبنی سرگرمیاں دراصل تفہیم، انطباق، استعمال اور ذاتی رائے کی جانچ ہے۔

اقتباس کا انتخاب:

- ۱۔ درسی یا غیر درسی اقتباس ۱۳۰ تا ۱۵۰ ار الفاظ پر مشتمل ہو۔
- ۲۔ اقتباس کامل ہو۔ ادھورا پن محسوس نہ ہو۔
- ۳۔ اقتباس غور و فکر اور تحریک دینے والا ہو۔
- ۴۔ اقتباس سے متعلق آزادانہ رائے دی جاسکتی ہو۔

سرگرمیاں:

- | | |
|----|---|
| ۱. | تفہیم کی جانچ کے لیے چار آسان معروضی سرگرمیاں
$\frac{1}{2} \times 4 = 2$ |
| ۲. | انطباق کی جانچ کے لیے ایک آسان تفصیلی سرگرمی
$2 \times 1 = 2$ |
| ۳. | استعمال کی جانچ کے لیے قواعد یا ذخیرہ الفاظ پر مبنی دو سرگرمیاں
$1 \times 2 = 2$ |
| ۴. | ذاتی رائے کے اظہار کی جانچ کے لیے ایک سرگرمی
$1 \times 1 = 2$ |

جانچ کے نکات:

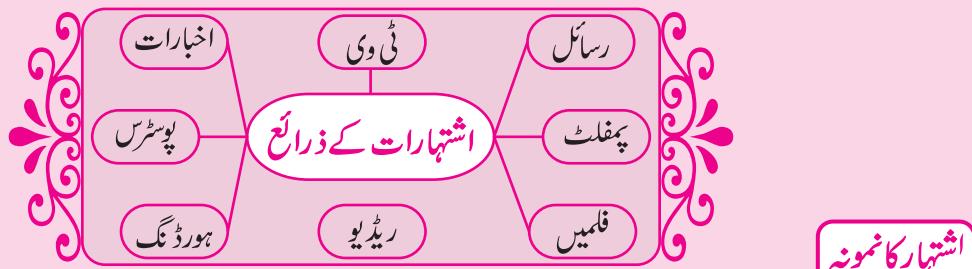
- ۱۔ تفہیم اور ذخیرہ الفاظ پر مبنی سرگرمیاں - جواب ہدایات کے مطابق ہوں۔
- ۲۔ انطباق پر مبنی تفصیلی سرگرمی - اقتباس کی روشنی میں، مواد کے اعتبار سے تین تا چار جملوں میں لکھا گیا ہو۔
- ۳۔ قواعد - ہدایت کے عین مطابق ہو۔
- ۴۔ ذاتی رائے - مواد کے اعتبار سے، خیالات، مشاہدات، ذاتی مطالعے پر مبنی ہو۔ املے اور قواعد کا خیال رکھا گیا ہو۔

اشتہارات نو لیسی

آج کا زمانہ اشتہارات کا زمانہ ہے۔ اشتہارات ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ تجارت کو فروغ دینے اور تجارتی مال کے تعارف اور اس کے لیے اشتہارات بہت ضروری ہیں۔ اخبارات، پوسٹرس، ہورڈنگ، ٹی وی، انٹرنیٹ اور دیگر رابطے کے تکنیکی وسائل اشتہارات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اشتہار میں تصویریوں، جملوں اور آن کی مناسبت پیش کش کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ (اسکولی سطح پر امتحانی نقطہ نظر سے اس سرگرمی میں تصویر/فوٹو ضروری نہیں ہے)

دچپ اشتہار کے لیے یاد رکھیں ...

- ☆ ہم صوت الفاظ، دچپ جملوں اور آفر کا مناسب استعمال ہو۔
- ☆ اشتہار کے جملے تحریک دینے والے اور اعتقاد ظاہر کرنے والے ہوں۔
- ☆ کمپنی کا نام، پتا، پروڈکٹ کی تفصیل اور پرکشش آفر واضح ہوں۔



ریڈی مکس ہر بلس

لائے ہیں خاص ماہِ صیام میں

سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں
تازگی اور ٹھنڈک کا احساس پیدا کرے

روح میں تازگی لائے
خوشگوار زندگی کا احساس دلائے

1 لتر، 2 لتر اور
5 لتر پلاسٹک بوقل
اور کین میں

تازہ پھلوں، قدرتی جڑی بوٹیوں سے کشید کیا ہوا
الکھل، مصنوعی رنگ اور مضر اشیاء سے پاک

تین
الگ الگ
ذائقوں میں

ڈسٹری یوٹر: تاز ریمیڈیز
سرورے نمبر ۹۱، فارمی گر، سپاہ گاؤں

مینوپیکر: ریڈی مکس ہر بلس، انڈیا
گلشن انڈسٹری میل ایریا، سانانہ خورد
۲/۳

جانچ کے نکات: اس سرگرمی کے لیے چھے نمبرات مختص ہیں۔ جانچ کرتے وقت اشتہار کی مناسبت سے نکات اور زبان کے استعمال کو مد نظر رکھا جائے۔

خبرنگاری

موجودہ زمانہ عام معلومات میں اضافے کا زمانہ ہے۔ خبریں عام معلومات کا بہترین وسیلہ ہیں۔ جدید مواصلاتی مکنالوچی اور ذرائع ابلاغ و نشریات کی وجہ سے دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ دنیا میں کہیں بھی واقع ہونے والے سانحات اور حادثات کی خبریں پل بھر میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہیں۔

خبر دراصل واقعے یا حادثے کا حقیقی بیان ہوتا ہے۔ خبر کا مقصد معلومات دینا، حالات سے متعلق بیداری پیدا کرنا اور حالات کی حقیقی معلومات بھم پہنچانا ہے۔ اس لیے آج خریں زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔ طلبہ میں خر لکھنے اور بیان کرنے کا طریقہ اور سلیقہ پروان چڑھے، اس لیے 'خبر نگاری' کی تحریری مہارت کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

خبرنگاری کے اہم نکات

- ۱) سرخی - مکمل خبر کی آئینہ ہوتی ہے اس لیے جلی حرفوں میں سرخی لکھیں۔

۲) ذراعَ - خبر دینے والے ذراعَ کا تذکرہ کریں۔

۳) بیان - واقعہ یا حادثہ ہونے کے بعد خبر دی جاتی ہے اس لیے خبر میں ماضی کا صیغہ استعمال کریں۔

۴) تفصیلات : خبر میں پہلے واقعے یا حادثے کا تذکرہ ہو پھر اس کی تفصیلات ہوں۔

۱) حادثے یا واقعے کی مکمل اور صحیح معلومات دی جائے۔

۲) دن، تاریخ، وقت، مقام کا تذکرہ کیا جائے۔

۳) حادثے یا واقعے کی اصل حقیقت بیان کی جائے۔

۴) مقامی حالات اور تاثرات کا تذکرہ کیا جائے۔

۵) خبر کو ذاتی خیالات اور جانبداری سے پاک رکھا جائے۔

خبر کے نمونے

موتی ہائی اسکول، خیرآباد میں اپنی نوعیت کا منفرد کریئر گائیڈلنس پروگرام

مالیگاؤں، کیم جنوری ۲۰۱۸ (نامہ نگار کے ذریعے) : ابتدا میں اسکولی طالبات نے قرأت، حمد، نعمت پیش نشاندہی کی۔ چارڑڈا کاؤنٹینمنٹ لیئین صاحب (این امید فاؤنڈیشن کے یوم تاسیس کے موقع پر قلب شہر کی۔ امید فاؤنڈیشن کے جزل سکریٹری ایم۔ علی بی ایسوی ایسٹ) نے شعبہ کامرس سے متعلق میں واقع موقع بانی اسکول، خیر آباد کے وسیع میدان نے تعارفی و استقبالیہ کلمات پیش کیے اور گل دے کر رہنمائی کی۔ محترمہ نسیم قریشی نے مقابلہ جاتی میں شہر کے اردو میڈیم طلبہ و طالبات کی تعلیمی اور مہمانان و یونیپرزر کا خیر مقدم کیا۔ اسکول کے امتحانات کی مفید معلومات دی۔ موٹیویشنل یونیپرزر پیشہ و روانہ رہنمائی کے لیے یک روزہ ”امید“ کریز کا یونیٹ، یونیپرزر نمائش، کا انعقاد کیا گیا جس میں مقاصد اور امید کی کارکردگی و عزم بیان کیے۔ کریز میں شہر کے سرگرم نمائندہ افراد کو روپ ماذل کے طور کا ونسٹر عابد علی نے میڈیکل، بیرونی میڈیکل اور پرائیویٹ پریش کیا اور ان کی زندگی کے نشیب و فراز میڈیکل، کامرس، انجینئرنگ اور مقابلہ جاتی امتحانات کے ماہر اساتذہ نے پاور پوائنٹ فارمیسی کورسیس سے متعلق رہنمائی کی۔ مرضی اور تعلیمی سرگرمیوں سے متعلق طلبہ کو معلومات دی۔ پرینشیشن، چارٹس، ماؤلس اور شارت فلموں کے انصاری نے داخلہ امتحانات NEET، MHCET، صبح نو سے ایک اور دو پر تین سے پھر تک چلنے کے طریقہ کار، ضروری دستاویز وغیرہ سے متعلق مفید و اے اس پروگرام کی طلبہ، سرپرست اور اساتذہ نے خوب تعریف کی۔ تفصیلی پروگرام کی نظمت معلومات دی۔ ڈاکٹر عقیل شاہ نے IIT، JEE، IIT بالترتیب کا شف ارسلان اور سعد احمد نے کی۔ عباس نے گورنمنٹ کا لجز اور دیگر معماری کا لجز کی مصعوبیت کے شکرے پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

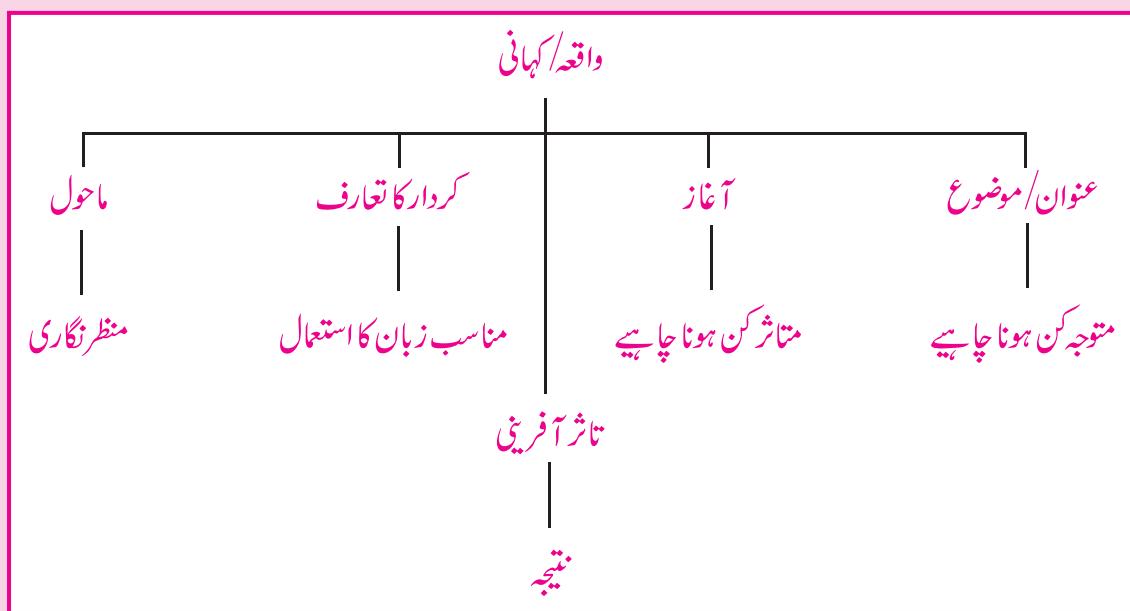
حاجی کے نکات: خبر کی سرخی جو کہ خبر کا نیچوڑ ہوتی ہے، واقعہ کس ہوا، کہاں ہوا، کیوں ہوا اور کسے ہوا، تسلسل، خبر کے اہم نکات کی وضاحت۔

کہانی نویسی / واقعہ نگاری

کہانی یا واقعہ سلسل سے بیان کرنا مہارت کا کام ہوتا ہے۔ عموماً اس کے لیے نکات، اشارے یا تصاویر دی جاتی ہیں جن کی مدد سے کہانی یا واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ کہانی نویسی یا واقعہ نگاری میں مشاہدہ، تخيّل اور خیالات کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

کہانی یا واقعہ لکھنے وقت مرکزی خیال، کے ساتھ درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھیں۔

- (۱) کہانی / واقعہ لکھنے کے لیے موضوع کا انتخاب
- (۲) موضوع کے مرکزی خیال کی مناسبت سے کردار یا کرداروں کا تعین
- (۳) واقعہ اور کردار کا تعلق
- (۴) اس تعلق کے اثر سے واقعہ / ماجرے کی تشکیل
- (۵) واقعہ / ماجرے کے واقعی اجزاء میں ربط
- (۶) واقعہ / ماجرے کے بیان میں مناسب زبان کا استعمال
- (۷) واقعہ کا متاثر کن نتیجہ
- (۸) واقعہ / کہانی کے لیے موضوع سے مناسبت رکھنے والا عنوان



جانچ کے نکات: اس سرگرمی کے لیے چھے نمبرات مختص ہیں۔ جانچ کے لیے مناسب عنوان، مرکزی خیال، مؤثر انداز بیان، خیالات میں ربط، کردار سے متعلق مکالمے، علامات اوقاف کا استعمال، زبان کی صحت، نتیجہ وغیرہ نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے نمبرات دیے جائیں۔

مضمون نویسی

کسی عنوان کے تحت اپنے خیالات کو تسلسل اور ربط سے نظر میں تحریر کرنا مضمون نویسی کہلاتا ہے۔

مضمون کے تین اہم حصے ہیں: (الف) تمہید (ب) نفس مضمون (ثبت نکات/مفہی نکات) (ج) اختتام

تمہیدی: تمہیدی جملے عنوان سے متعلق مختصر اور دلچسپ ہوں یعنی تمہیدی پیراگراف ایسا ہو کہ قاری پورا

مضمون پڑھنے پر مجبور ہو جائے۔

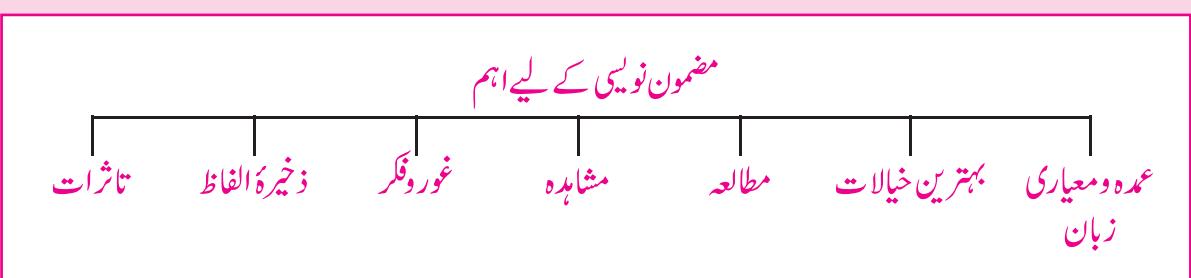
نفس مضمون: عنوان سے متعلق ذاتی خیالات، مشاہدات، تجربات، عام معلومات، اقوال، اشعار کو سلسلہ وار تحریر

کیا جائے۔ اس میں مشت اور منقی دونوں نکات شامل کے جائیں تو نفس مضمون حامی اور مدلل

5

اختتام: اختتامي پيراگراف میں مضمون کا نچوڑ ہوتا ہے۔ اختتام پر لطف، جامع اور نتیجہ خیز ہونا چاہیے تاکہ

قاری پر اس کا اثر دپ پار ہے۔



(نوت: اس حصے میں ذاتی خپالات پر مبنی مضمون، آپ بیتی، تصوراتی و تخیلاتی مضمایں شامل ہیں۔)

جائج کے نکات: موضوع سے متعلق مناسب تمهید، نفس مضمون (موضوع کی ضرورت کے لحاظ سے ثبت و منفی نکات)، جامعیت، دلائل، نتیجہ۔



مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک زمٹی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونه

تارufe ہردو (ہردو بھاشا) ڈ. ۱۰وی



₹ 48.00